رویت ہلال اور اختلاف مطالع

[مجموعہ مقالات مجلس تحقیقات شرعیہ ۱۹۶۷ء]

مرتب

محمد نصر اللہ ندوی

(استاذ دارالعلوم، ندوۃ العلماء)

ناشر

مجلس تحقیقات شرعیہ

Printed by Maktaba Ahsan, Lucknow Mob: 9335982413

ناشر:

مجلس تحقیقات شرعیہ

رویت ہلال اور اختلاف مطالع

[مجموعہ مقالات مجلس تحقیقات شرعیہ ۱۹۶۷ء]

مرتب

محمد نصر اللہ ندوی

(استاذ دار العلوم، ندوۃ العلماء)

نظرِ ثانی

مولانا عتیق احمد بستوی

(ناظم مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

ناشر

مجلس تحقیقات شرعیہ

ندوۃ العلماء، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	:	رویت ہلال اور اختلاف مطالع
ترتیب وتحقیق	:	محمد نصر اللہ ندوی
نظرِ ثانی	:	مولانا عتیق احمد بستوی
کل صفحات	:	۱۱۲
سن اشاعت	:	اکتوبر ۲۰۲۲ء
تعداد	:	۵۰۰
قیمت	:	/روپئے

ناشر

مجلس تحقیقات شرعیہ

ندوۃ العلماء، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

ملنے کے پتے:

۱- مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، احاطہ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ، فون: 0522.2741439

۲- مکتبہ ندویہ، احاطہ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ، فون: 8960997707

فہرست مضامین

نمبرشمار	مضامین	صفحات
۱	مقدمہ: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم	۴
۲	پیش لفظ: مولانا عتیق احمد بستوی (ناظم مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ)	۷
۳	عرض مرتب	۱۱
۴	سوالنامہ متعلق مسئلہ رویت ہلال	۱۶
۵	جواب مولانا عبدالسلام صاحب ندویؒ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی	۲۱
۶	جواب مولانا عبدالصمد رحمانیؒ	۲۴
۷	چند ضمنی باتیں	۳۳
۸	جواب قاضی زین العابدین صاحب میرٹھیؒ	۴۹
۹	جواب مولانا عبدالماجد دریابادیؒ	۵۴
۱۰	جواب مفتی نظام الدین صاحبؒ، مفتی دارالعلوم دیوبند	۵۷
۱۱	جواب سید احمد عروج قادریؒ، مدیر ماہنامہ ''زندگی'' رامپور	۷۱
۱۲	جواب مفتی سید محمد یحییؒ، مفتی مظاہر العلوم سہارنپور، یوپی	۷۶
۱۳	جواب مفتی محمد وجیہ صاحبؒ، تائید مولانا ظفر احمد عثمانیؒ	۸۲
۱۴	جواب مولانا محمد یحییٰ قاسمیؒ، مفتی امارت شرعیہ، پھلواری شریف پٹنہ	۹۰
۱۵	تجاویز: مجلس تحقیقات شرعیہ بابت رویت ہلال	۱۰۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وخاتم النبیین محمد بن عبد اللّٰہ الأمین، وعلی آلہ وصحبہ أجمعین، أما بعد!

اسلام دین کامل ہے، خاتم الأنبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر جو دین نازل ہوا وہ قیامت تک کے لئے انسانوں کی رہنمائی کے لئے کافی ہے، کتاب وسنت میں جو اصول وتعلیمات درج ہیں ان کی روشنی میں ہر دور کے نت نئے مسائل کا شرعی حل نکالا جاسکتا ہے، چنانچہ فقہاء امت نے دنیا کے مختلف ممالک میں پیش آنے والے مسائل کا حل کتاب وسنت اور ادلۂ شرعیہ کی روشنی میں پیش کیا، اور انسانیت کی ہمہ جہت رہنمائی فرمائی، دور نبوی اور دور صحابہ سے لے کر دورِ حاضر تک نئے مسائل کے بارے میں حکم شرعی دریافت کرنے کے لئے انفرادی اور اجتماعی سطح پر کامیاب کوششیں ہوتی رہیں، اور اس کے نتیجے میں فقہ اسلامی کا عظیم الشان سرمایہ تیار ہوا، جس کی نظیر دنیا کی کسی دوسری قوم اور کسی دوسرے مذہب والوں کے یہاں نہیں ملتی۔

۱۹۴۷ء میں برصغیر ہندوپاک کو انگریزوں سے آزادی ملی، لیکن اسی کے ساتھ تقسیم ہند کا حادثہ بھی پیش آیا، جس کی وجہ سے ہندوستان کے مسلمان ایسے سنگین اور خطرناک حالات سے دوچار ہوئے جن کا تصور بھی ان کے دل ودماغ میں نہیں تھا، تقسیم ہند کے بعد ہندوستان کی مسلم قیادت سیاسی طور پر انتہائی کمزور ہوگئی، لاکھوں مسلمان شہید ہوئے، آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کا وجود خطرے میں پڑ گیا، فسادات کا نہ تھمنے والا سلسلہ ان کے سامنے تھا، فوری ضرورت اس چیز کی ہوئی کہ مسلمانوں کی جان ومال، عزت وآبرو کا تحفظ کیا جائے، اور ہندوستان میں ان کے قدم جمائے جائیں۔

آزادی کے بعد مسلمانوں کی ایک شرعی ضرورت یہ بھی تھی کہ آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کو جو چیلنجز درپیش ہیں، اور جس طرح کے پیچیدہ مسائل کا سامنا ہے، ان کا شرعی حل تلاش کیا جائے، اور معتبر علماء اور ممتاز فقہاء کی کوئی مجلس اجتماعی غور وخوض کے لئے قائم کی جائے جو ان کا شرعی حل پیش کرے۔

اس ضرورت کا احساس کرکے جن بزرگوں نے قدم بڑھانے کا فیصلہ فرمایا ان میں سرفہرست مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ تھے، اور اس کام میں ان کی بھرپور معاونت کرنے والے بزرگوں میں حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ مدیر ماہنامہ ''الفرقان'' لکھنؤ، حضرت مولانا شاہ منت اللہ رحمانی امیر شریعت بہار واڈیشہ اور حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی وغیرہم رحمہم اللہ تھے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی دعوت پر یکم ستمبر ۱۹۶۳ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ملک کے منتخب اہل فکر علماء کا ایک مشاورتی جلسہ ہوا تھا، جس میں نئے حالات سے پیدا ہونے والے مسائل پر شرعی نقطۂ نظر سے غور وخوض اور ملت کی رہنمائی کرنے کے لئے مجلس تحقیقات شرعیہ کے قیام کا فیصلہ کیا گیا، مجلس کے مقاصد، طریقہ کار وغیرہ طے کئے گئے۔

چند سال تک مجلس تحقیقات شرعیہ بہت متحرک اور فعال رہی، متعدد اہم موضوعات پر اس کی مشاورتی میٹنگیں ہوئیں، انشورنس، رویت ہلال، سرکاری قرضوں وغیرہ پر ہندوپاک کے ممتاز علماء اور فقہاء سے مقالات لکھوائے گئے، فتاوی حاصل کئے گئے، اور مشاورتی میٹنگوں میں غور وخوض کے بعد فیصلے کئے گئے، ۱۹۷۱ء میں مجلس تحقیقات شرعیہ کی پانچویں مشاورتی نشست ہوئی، جو سرکاری قرضوں کے موضوع پر تھی، بعض اسباب کی بنیاد پر اس کے بعد کوئی مشاورتی نشست منعقد نہ ہوسکی، اگرچہ مجلس تحقیقات شرعیہ اس کے بعد بھی قائم رہی، اور جناب مولانا برہان الدین سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ اس کے تحت نئے مسائل پر تحقیق وتصنیف کا کام کرتے رہے، لیکن اجتماعی غور وخوض اور فیصلے کا کام موقوف رہا۔

دو ڈھائی سال قبل دل میں یہ خیال آیا کہ کیوں نہ مجلس تحقیقات شرعیہ کو دوبارہ

ماضی کی طرح متحرک کیا جائے، اور اس کے ذریعہ نئے مسائل پر اجتماعی غور وخوض کے سلسلہ کا آغاز کیا جائے، جناب مولانا برہان الدین سنبھلی کئی سال سے مکمل معذوری کی حالت میں تھے، اس لئے اس کام کی ذمہ داری دارالعلوم ندوۃ العلماء کے استاذ مولانا عتیق احمد بستوی کے ذمہ کی گئی، انہیں مجلس تحقیقات شرعیہ کا ناظم مقرر کیا گیا، اور الحمدللہ جب سے ان پر یہ ذمہ داری آئی ہے اور چند اساتذہ کو ان کا معاون نامزد کیا گیا ہے، مجلس تحقیقات شرعیہ دوبارہ متحرک ہوئی ہے۔

اس مدت میں ایک کام یہ ہوا ہے کہ جن موضوعات پر مجلس تحقیقات شرعیہ کے ابتدائی چند سالوں میں مشاورتی میٹنگیں یا مذاکرہ کی مجلسیں ہوئیں ان پر مقالات وفتاوی حاصل کئے گئے، انہیں نئے انداز سے شائع کرنے کے لئے مرتب کرایا گیا، تاکہ چوٹی کے اہل علم کی یہ علمی اور فقہی تحریریں شائع ہوکر وقف عام ہوسکیں، اور اہل علم ان سے بھرپور استفادہ کرسکیں۔

جن موضوعات پر مجلس تحقیقات شرعیہ نے اجتماعی غور وخوض کے بعد فیصلے کئے تھے، ان میں ایک رویت ہلال کا موضوع ہے، اس موضوع پر مجلس کو موصول ہونے والے مقالات اور تحریریں مجلس کے دفتر میں محفوظ تھیں، اور انتہائی بوسیدہ ہوچکی تھیں، ان مقالات اور تحریروں کو مرتب کرنے اور ان کی تحقیق کی ذمہ داری دارالعلوم ندوۃ العلماء کے استاذ اور مجلس کے رفیق مولانا مفتی محمد نصر اللہ ندوی کے ذمہ کی گئی، انہوں نے یہ کام بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ ناظم مجلس مولانا عتیق احمد بستوی کی نگرانی میں انجام دیا، میں انہیں اس علمی خدمت پر مبارکباد پیش کرتا ہوں، اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان سے خوب علمی، دینی اور تحقیقی خدمت لے، اور انہیں قبول فرمائے۔

مجلس تحقیقات شرعیہ کو اس علمی پیش کش پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور بحیثیت صدر مجلس اللہ تعالیٰ کا شکر گذار ہوں کہ ندوۃ العلماء کے اس شعبہ کے ذریعہ یہ علمی اور تحقیقی خدمات انجام پارہی ہیں۔

محمد رابع حسنی ندوی
ناظم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۵/ربیع الاول ۱۴۴۴ھ
۲/اکتوبر ۲۰۲۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد المرسلين وخاتم النبيين محمد بن عبد الله الأمين، وعلى آله وصحبه أجمعين، أما بعد!

اسلام کے بہت سے احکام اجتماعی نظام سے پورے ہوتے ہیں، اجتماعی نظم وانتظام کے تحت ان کی ادائیگی اور ان پر عمل آوری بہتر طور پر ہوتی ہے، خواہ اجتماعیت خلافتِ اسلامیہ کی شکل میں ہو، یا سلطنت وحکمرانی کی شکل میں، یا نظامِ امارت کی شکل میں، انہیں مسائل واحکام میں سے جن کی ادائیگی اجتماعیت پائے جانے کی صورت میں بہتر طور پر ہوتی ہے، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا مسئلہ ہے، نیز ماہ رمضان کا آغاز واختتام اور دوسرے قمری مہینوں کی ابتداء اور انتہا، ان سب کا فیصلہ اجتماعی نظام کے تحت ہوا کرتا تھا، جب سے ہندوستان میں مسلم حکومت کا خاتمہ ہوا، انگریزوں کا تسلط ختم ہوا، مغلیہ حکومت اور دوسرے مسلم حکمرانوں کی طرف سے قضاء کا جو نظام تھا وہ ختم ہوا اس کے بعد سے ان مسائل میں انتشار اور افراتفری پیدا ہوگئی۔

مسلم حکومت کے خاتمہ کے بعد مسلمان علماء اور زعماء نے اسلام کے وہ احکام جو اجتماعیت کے متقاضی ہیں ان کے لئے اجتماعیت کی شکلیں پیدا کرنے کی کوشش کی، جن میں سب سے اہم کل ہند سطح پر یا صوبائی سطح پر امارت شرعیہ کے قیام کی جدوجہد تھی، جو بعض صوبوں اور علاقوں میں بڑی حد تک کامیاب رہی، لیکن پورے ملک کی سطح پر اور اکثر صوبوں میں یہ کوشش بار آور نہ ہوسکی، پورے ملک میں قضاء کا نظام قائم نہ ہوسکا اس لئے رمضان المبارک کے چاند کے بارے میں اسی طرح عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے چاند کے

بارے میں خاص طور سے اس موسم میں جب مطلع ابر آلود ہوتا تھا، کافی اختلاف رونما ہوتے تھے، کہیں رمضان المبارک کا آغاز ہوگیا اور کہیں نہیں ہوا، کہیں عید الفطر کا اعلان ہوگیا اور کہیں تیس رمضان قرار دیا گیا، اسی طرح کے اختلاف عید الاضحیٰ کے بارے میں کبھی کبھار ہوتے تھے، جس سے مسلمانوں میں کافی انتشار ہونے لگا، بعض دفعہ ایک ہی شہر، قصبہ اور گاؤں میں دو روز عیدیں ہوتی تھیں، اور ہر گروپ دوسرے پر لعن طعن کرتا تھا اور اسے غلط قرار دیتا تھا۔

ملک میں روئیت ہلال کا کوئی مضبوط اجتماعی نظام نہیں تھا جس کی پابندی تمام مسلمان کیا کریں، ہر جگہ کے امام یا کمیٹی کے لوگ چاند کا اعلان کرتے تھے یہ نازک شرعی ذمہ داری بہت سے ایسے لوگ انجام دیتے تھے جنہیں روئیت ہلال اور اعلان روئیت کے موٹے موٹے مسائل بھی معلوم نہیں تھے اور خود روئیت ہلال کے مسئلے میں چند ایسے ایسے بنیادی سوالات تھے جن پر بابصیرت علماء اور فقہاء کا اجتماعی غور وخوض اور فیصلہ روئیت ہلال کے نظام کو بہتر بنانے کے لئے ازحد ضروری تھا، اس لئے مجلس تحقیقات شرعیہ نے انشورنس کے مسئلے سے فارغ ہونے کے بعد روئیت ہلال کے موضوع کو غور وخوض کے لئے منتخب کیا، سوالنامہ مرتب کرکے ممتاز علماء وفقہاء کی خدمت میں بھیجا، ان سے جوابات حاصل کئے پھر اجتماعی غور وخوض کے لئے اپنے ارکان اور مدعوئین کی میٹنگ بلائی، اور طویل غور وخوض اور مشوروں کے بعد روئیت ہلال کے موضوع پر اتفاق رائے سے فیصلے کئے جس کی بہت پذیرائی ہوئی اور ہندوستان کی ملت اسلامیہ کو اس مسئلے میں بہترین رہنمائی حاصل ہوئی۔

روئیت ہلال کے موضوع پر یہ مشاورتی اجلاس مؤرخہ ۳-۴ رمئی ۱۹۶۷ء کو ہوا، اور شرکائے اجلاس کے اتفاق رائے سے فیصلے ہوئے، جسے اس وقت کے اخبارات میں شائع کیا گیا، ان فیصلوں کا استقبال کیا گیا اور اہل علم ودانش نے ان فیصلوں کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔

فیصلے کا متن تو شائع ہوگیا تھا، لیکن روئیت ہلال کے موضوع پر مجلس تحقیقات شرعیہ کو ممتاز اصحاب فقہ وافتاء کی طرف سے جو مقالے، جوابات وفتاوی موصول ہوئے تھے وہ

مجلس تحقیقات کے دفتر میں ایک الماری میں بند پڑے تھے، اورکافی بوسیدہ ہو چکے تھے۔

مجلس تحقیقات شرعیہ کو از سرِ نو فعال بنانے کے فیصلے کے بعد جب یہ بات طے ہوئی کہ جن موضوعات پر ماضی میں اجتماعات ہوئے اور فیصلے کئے گئے، ان میں سے ہر ایک سے متعلق مضامین سوالنامے، مقالات وفتاوی کو مرتب کر کے اور ان پر تحقیق وتصحیح کا کام کر کے ان کی اشاعت کی جائے تاکہ یہ علمی وفقہی ذخیرہ وقف عام ہو سکے اور اہل علم ان سے استفادہ کرسکیں۔

اتنی قدیم، بوسیدہ تحریروں کو پڑھنا اور ان پر کام کرنا آسان مرحلہ نہیں تھا، جن صاحبِ ذوق نوجوان اساتذہ کو اس کام میں معاون مقرر کیا گیا تھا، ان پر یہ مشکل ذمہ داری ڈالی گئی، رویت ہلال سے متعلق تحریری ذخیرہ کی ترتیب وتحقیق کا کام دارالعلوم ندوۃ العلماء کے استاذ ڈاکٹر مولانا محمد نصر اللہ ندوی کے ذمہ کیا گیا، انہوں نے کافی محنت اور دلچسپی سے اس کام کو انجام دیا، تحریروں اور عبارتوں کو دقت نظر سے پڑھا، بے حوالہ عبارتوں کو حوالوں سے آراستہ کیا، حوالوں کی پوری نشاندہی کی، جہاں نقل وغیرہ میں غلطیاں محسوس کیں اصل مراجع کی طرف رجوع کر کے ان کی تصحیح کی اور جن حضرات کی تحریریں اس مجموعے میں شامل ہیں ان کے حالاتِ زندگی دریافت کر کے ان کا تعارف لکھا، مجلس تحقیقات شرعیہ کے اہل علم رفقاء ومعاونین نے خالص علمی ودینی جذبے سے ان کاموں کو انجام دیا، اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول فرمائے، دنیا وآخرت میں ترقیات سے نوازے۔

میں اس موقع پر ان تمام حضرات کا شکر گزار ہوں اور ان کی علمی کاوشوں کی قدر کرتا ہوں، ان اہم علمی کاموں کی انجام دہی اللہ جل شانہٗ کی توفیق ومدد کے بعد ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی دامت برکاتہم کی ہمت افزائی، رہنمائی، سرپرستی اور توجہ سے ہوسکی، ناظم ندوۃ العلماء جو مجلس تحقیقات شرعیہ کے صدرِ عالی قدر بھی ہیں ان کی توجہات اور دعائیں ان کاموں کے انجام دہی میں شامل رہی اور ان کے مقدمہ نے ان کتابوں کی قدر وقیمت میں اضافہ فرمایا، اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہمارے سروں پر صحت وعافیت کے ساتھ قائم رکھے۔

حضرت مولانا سید محمد حمزہ حسنی رحمۃ اللہ علیہ جن کے دورِ نظارت میں مجلس تحقیقات کی تشکیل جدید ہوئی ان کی خصوصی توجہ مجلس کے کاموں کی طرف رہا کرتی تھی، ان کے سانحۂ ارتحال سے ہم ان کی رہنمائی اور توجہ سے محروم ہوگئے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے درجات بلند فرمائے، موجودہ ناظرِ عام ندوۃ العلماء جناب مولانا بلال عبدالحیٔ حسنی صاحب برابر مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء کے کاموں سے دلچسپی رکھتے ہیں، اور اپنے صائب مشوروں سے رہنمائی کرتے ہیں، ہم ان کے بھی شکرگزار ہیں، معتمد تعلیم ندوۃ العلماء حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی اور مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن الاعظمی ندوی کی توجہات مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء کو حاصل رہیں، ان حضرات کی سرپرستی اور رہنمائی مجلس کے لئے فالِ نیک اور زادِ راہ ہے، اور جو کچھ بھی ٹوٹا پھوٹا علمی اور تحقیقی کام مجلس تحقیقات شرعیہ کے خدام سے انجام پا رہا ہے، اللہ کے فضل وتوفیق سے ہو رہا ہے، تمام تعریفیں اسی ذاتِ بلند وبالا کی جس کے حکم سے کائنات کا پورا نظام چل رہا ہے، اور کمزور وناتواں انسانوں سے کچھ قابلِ ذکر کام ہو رہے ہیں۔

عتیق احمد بستوی

(ناظم مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

۲۰۲۲/۹/۲۷ء

☆☆☆☆

عرض مرتب

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اس کائنات کو پیدا کیا اور اس کو سورج اور چاند سے مزّین کیا، سورج اپنی ضیاء پاش کرنوں سے کائنات کو منور کرتا ہے، جب کہ چاند اپنی روشنی سے رات کی تاریکی کو کافور کردیتا ہے، اور کوکب ارضی کو منور کردیتا ہے، دونوں کی منزلیں متعین ہیں اور دونوں اپنی اپنی منزل کی طرف ہر وقت رواں اور ہر لحہ دواں ہیں، یہ نظام خود رب کائنات کی طرف سے طے شدہ ہے، جس میں کبھی تخلف نہیں ہوتا ہے، یہ سلسلہ اس وقت تک باقی رہے گا جب تک یہ دنیا قائم ہے اور جب تک آسمان وزمین باقی ہیں۔

چاند اور سورج کا کام صرف روشنی دینا نہیں، بلکہ وہ ماہ وسال اور ہجری وشمسی تقویم کی تعیین میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں، یوں تو شمسی وقمری دونوں مہینے اللہ کے بنائے ہوئے ہیں، تاہم مسلمانوں کے نزدیک قمری مہینہ کی زیادہ اہمیت ہے، اس لئے کے بعض اسلامی عبادات، مثلاً رمضان کے روزے، عید الفطر اور عید الاضحیٰ نیز حج وغیرہ کا تعلق اسی قمری مہینہ سے ہے، قرآن کریم میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے: ﴿**ویسئلونک عن الأھلة قل ھی مواقیت للناس والحج**﴾ (سورہ بقرہ:۱۸۹) ’’یعنی لوگ آپ سے ہلالوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ وہ لوگوں کے نظام اوقات اور حج کا وقت جاننے کے لئے بنائے گئے ہیں۔‘‘

سورہ یونس میں فرمایا:

﴿**ھو الذی جعل الشمس ضیاءاً والقمر نوراً وقدرہ منازل لتعلموا عدد السنین والحساب**﴾، (یونس:۵) ’’وہی اللہ ہے جس نے سورج کو روشن، چاند کو نور بنایا اور اس کی منزلیں طے کیں، تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرسکو‘‘۔

سورہ رحمٰن میں کہا گیا:

﴿**والشمس والقمر بحسبان**﴾، (سورہ رحمٰن:۵) ’’یعنی چاند اور سورج حساب اور گنتی کے لئے بنائے گئے ہیں‘‘۔

ان آیات سے یہ بات واضح ہے کہ چاند اور سورج ماہ وسال کا حساب لگانے کے لئے وجود میں آئے ہیں، اور ان کی منزلیں بھی خالق کائنات کی طرف سے طے شدہ ہیں جن میں انسان کا کوئی دخل نہیں ہے۔

قمری مہینہ اور سال کا دارومدار چاند کے دیکھنے پر ہے، اس لئے مسلمان خاص طور سے چاند دیکھنے کا اہتمام کرتے ہیں، تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ ماہ رواں کب ختم ہوگا اور اگلا مہینہ کب سے شروع ہوگا، بالخصوص رمضان المبارک سے پہلے اس کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔ احادیث شریفہ میں اس سلسلہ میں واضح ہدایت دی گئی ہے کہ رمضان کا چاند نظر آنے سے پہلے روزہ نہ رکھا جائے اور نہ ہی شوال کا چاند ہونے سے پہلے عید الفطر منائی جائے، چند احادیث ملاحظہ کریں:

۱۔ **عن ابن عمر رضی الله عنھما عن النبی ﷺ قال: لا تصوموا حتی تروا الھلال، ولا تفطروا حتی تروہ فإن غم علیکم فاقدروا له. (متفق علیه)**

۲. **عن أبی ھریرة رضی الله عنه یقول: قال النبی ﷺ: صوموا لرؤیته وأفطروا لرؤیته، فإن غُمّی علیکم فأکملوا عدة شعبان ثلاثین. (متفق علیه)**

۳. **عن نافع عن ابن عمر أن رسول الله ﷺ ذکر رمضان فقال: لا تصوموا حتی تروا الھلال ولا تفطروا حتی تروہ، فإن غمی علیکم فاقدروا له. (الجمع بین الصحیحین، حدیث: ۱۲۷۲)**

ان روایات کے پیش نظر فقہاء کرام کی متفقہ رائے ہے کہ رویت ہلال کا اثبات بصری رویت کے ذریعہ ہوگا۔

علامہ ابن رشد لکھتے ہیں:

فإن العلماء أجمعوا على أن الشهر العربي يكون تسعا وعشرين ويكون ثلاثين، وعلى أن الاعتبار في تحديد شهر رمضان إنما هو الرؤية، لقوله عليه السلام: صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته (بدایۃ المجتہد ٢/٢٨٤)۔

واضح رہے کہ چاند دیکھنے کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہر شخص بچشم خود چاند کا مشاہدہ کرے، بلکہ مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں ایک شخص کی رویت سے بھی ہلال رمضان کا اثبات ہوسکتا ہے، بشرطیکہ وہ عاقل، بالغ، مسلمان اور ثقہ وعادل ہو۔

إن كان بالسماء علة فشهادة الواحد على هلال رمضان مقبولة إذا كان عدلا، مسلما، عاقلا، بالغا، حرا كان أو عبدا، ذكرا كان أو أنثى (فتاوی ہندیہ ١/ ١٩٧)

انتیس شعبان کو چاند نظر نہیں آیا تو ماہ شعبان کے تیس دن مکمل ہونے کے بعد خود بخود اگلے دن ماہ رمضان کا آغاز ہوگا، خواہ چاند نظر آئے یا نہ آئے۔

عن عبد الله بن أبي قيس قال: سمعت عائشة رضي الله عنها تقول: كان رسول الله ﷺ يتحفظ من شعبان ما لا يتحفظ من غيره، ثم يصوم لرؤية رمضان فإن غم عليه عد ثلاثين يوما ثم صام. (أبوداوٗد، باب إذا أغمي الشهر، حدیث نمبر: ٢٣٢٥)۔

رویت ہلال کا موضوع بہت اہم ہے اور بحث وتحقیق کا طالب ہے، موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ نے ١٩٦٧ء میں اس موضوع پر سمینار کا انعقاد کیا، مجلس کی دعوت پر اس وقت کے جید علماء اور ماہر فقہاء نے اپنی گراں قدر تحریریں سپرد کیں، زیر نظر رسالہ انہی تحریروں اور مقالات کا مجموعہ ہے، جس کو مجلس نے اب نشأۃ ثانیہ کے بعد شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

مجلس کے تحت لکھے گئے یہ مقالے فائلوں میں دب کر بوسیدہ ہو چکے تھے، ان کو فائلوں سے نکال کر قابل اشاعت بنانا بہت صبر آزما اور دشوار کن مرحلہ تھا، چونکہ کاغذات

بہت بوسیدہ ہو چکے تھے، اس لئے بہت احتیاط کے ساتھ پہلے ان کی فوٹو کاپی کرائی گئی، پھر ان کی کمپوزنگ کی گئی، اس کے بعد پروف ریڈنگ اور تصحیح کا مشکل مرحلہ سامنے تھا، اس کے لئے دوبارہ بڑے سائز میں فوٹو کاپی کرائی گئی، تاکہ الفاظ واضح طور پر صاف نظر آئیں، متعدد جگہ اس سے بھی بات نہیں بنی تو کمپوٹر میں انھیں زوم کر کے دیکھا گیا، اگر اس سے بھی اطمینان نہ ہوا تو اصل مقالہ سے ملانے کی کوشش کی گئی، کاغذ بوسیدہ ہونے کی وجہ سے تصحیح میں خاصی زحمت اٹھانی پڑی، الحمد للہ تین مرتبہ پروف ریڈنگ کے بعد یہ مرحلہ مکمل ہوگیا۔

اس کے بعد تحقیق وتحشیہ کا کام شروع ہوا، سب سے پہلے احادیث اور روایات کی تخریج کی گئی، پھر فقہی عبارتوں اور حوالہ جات کو اصل مراجع سے ملایا گیا، جہاں غلطیاں نظر آئیں ان کی اصلاح کردی گئی، بعض مقامات پر فارسی کتابوں کے حوالہ دیئے گئے تھے جو دستیاب نہیں ہوسکیں، اس لئے وہاں صرف تصحیح عبارت پر اکتفا کیا گیا، اس کے بعد تحشیہ کا عمل شروع ہوا، جہاں ضرورت محسوس کی گئی نوٹ لکھا گیا، خاص طور سے فقہی اصطلاحات کی تشریح کی گئی، حسب ضرورت فقہاء کے مزید اقوال بھی نقل کئے گئے، کہیں کہیں مزید حوالہ جات کا اضافہ کیا گیا اور فقہی مراجع سے مدد لی گئی، اس طرح تحقیق وتحشیہ کا دشوار گذار مرحلہ بحمد اللہ پایۂ تکمیل کو پہونچا، ہر مقالہ سے پہلے مقالہ نگار کا مختصر تعارف بھی فراہم کیا گیا تاکہ ان کی شخصیت سے واقفیت ہوسکے۔

اس پورے مرحلہ میں استاذ گرامی حضرت مولانا عتیق احمد بستوی سکریٹری مجلس تحقیقات شرعیہ کی رہنمائی ہر قدم پر حاصل رہی، وقتا فوقتا استفسار کرتے اور مشورہ سے نوازتے رہے، جزہ اللہ خیر الجزاء، مخدوم گرامی حضرت مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی (١) نائب ناظم ندوۃ العلماء بھی شکریہ کے مستحق ہیں کہ مجلس کی نشأۃ ثانیہ میں ان کی ذاتی دلچسپی کا بہت دخل ہے، رب کریم سے دعا ہے کہ ان کو مزید ہمت وحوصلہ اور صحت واستقامت نصیب کرے، اس مقالہ کی تیاری میں مجلس تحقیقات شرعیہ کے آفس انچارج برادرم

(١) افسوس کہ مولانا کا ٢٥ ررمضان المبارک ١٤٤٢ھ مطابق ٧رمئی ٢٠٢١ء کو ایک مختصر علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔

مولانا عطاء الرحمٰن ندوی کا بھی تعاون حاصل رہا ہم ان کے بھی شکر گزار ہیں، اسی طرح برادر مکرم ڈاکٹر وقارالدین لطیفی آفس انچارج آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ بھی شکریہ کے مستحق ہیں کہ ان کے ذریعہ بعض شخصیات کے تعارف میں مدد ملی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس رسالہ کو مفید بنائے اور ہمیں مزید علمی و تحقیقی کاموں کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ڈاکٹر محمد نصر اللہ ندوی

استاذ فقہ دار العلوم ندوۃ العلماء

رفیق مجلس تحقیقات شرعیہ

☆☆☆☆

سوالنامہ متعلق مسئلہ رویت ہلال

مرتبہ جناب مولانا مولوی سید شاہ منت اللہ صاحب رحمانیؒ ☆، امیر شریعت بہار، اڈیشہ

ریڈیو کے ذریعہ رویت ہلال کی آئی ہوئی خبر کے متعلق ہندوستان میں عجیب کشمکش پیدا ہے، کچھ لوگ ریڈیو کے ذریعہ رویت ہلال کے اعلان کو شاہد بنا کر فیصلہ کرنا چاہتے ہیں، اور وہ ریڈیو کے اعلان میں شہادت کی صفات وشرائط تلاش کرتے ہیں، اور اسے نہ پا کر

☆ مولانا منت اللہ رحمانی (۱۹۱۳ء-۱۹۹۱ء) ملت اسلامیہ کے اہم ستون تھے، انہوں نے پوری زندگی ملت کی اٹھان اور ترقی کے لئے وقف کردی، وہ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے جنرل سکریٹری، امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ، اور بانی ندوۃ العلماء مولانا سید محمد علی مونگیریؒ کے فرزند ارجمند تھے، ان کی تعلیم جامعہ رحمانی مونگیر، دارالعلوم ندوۃ العلماء اور دارالعلوم دیوبند میں ہوئی، آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے قیام میں ان کا بنیادی کردار تھا، امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ کے تقریبا ۳۴ سال تک امیر رہے، آپ کے عہد میں امارت نے غیر معمولی ترقی کی، بورڈ کے پلیٹ فارم سے انہوں نے تحفظ شریعت کے میدان میں نمایاں کارنامہ انجام دیا، جامعہ رحمانی مونگیر کو آپ نے اپنے خون جگر سے سینچا اور ترقی کے بام عروج تک پہونچایا، مولانا ایک جید عالم دین تھے، علوم اسلامیہ پر ان کی نظر عمیق اور مجتہدانہ تھی، وہ ایک پختہ مصنف اور قلم کار تھے، ان کے قلم سے متعدد کتابیں منظر عام پر آئیں، جن میں تعلیم ہند، ہندوستان کی صنعت وتجارت، اسلامی اوقاف اور محصول، کتابت حدیث، سفر حجاز ومصر، مسلم پرسنل لاء، مکاتب گیلانی، یونیفارم سول کوڈ، قانون شریعت کے مصادر اور نئے مسائل کا حل وغیرہ قابل ذکر ہیں، مولانا دارالعلوم دیوبند، ندوۃ العلماء اور جمعیۃ علماء کے رکن شوری تھے، آپ ایک کامل شیخ طریقت تھے، آپ کے ہزاروں متبعین ملک اور ملک سے باہر پھیلے ہوئے ہیں، بے شمار لوگوں کو آپ کے ذریعہ راہ راست کی توفیق ملی، ۱۲/مارچ ۱۹۹۱ء کو علم وعمل کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔

مطلقاً ریڈیو کے اعلان کو رویت ہلال کے بارے میں نا قابل اعتبار ونا قابل التفات قرار دیتے ہیں، اور ان کے خیال میں کسی حال میں بھی ریڈیو کے اعلان پر نہ صوم درست ہے نہ افطار۔

دوسری جماعت ریڈیو سے آنے والی ہر خبر اور ہر اعلان کو اس درجہ صحیح اور درست سمجھتی ہے، کہ پھر نہ کسی تحقیق کی ضرورت ہے، اور نہ تصحیح کی، مطلقاً ریڈیو سے اطلاع کا آجانا کسی قسم کی شرط وقید کا لحاظ کئے بغیر صحت کے لئے کافی ہے، اور اس پر عمل واجب ہے، اس لئے جہاں سے بھی بذریعہ ریڈیو رویت ہلال کی خبر آئے گی وہ روزے بھی رکھیں گے اور افطار بھی کریں گے، اس اختلاف خیال اور ذہنی کشمکش نے باہمی نزاع کی شکل اختیار کر لی ہے، ایک شہر اور ایک گاؤں میں دو عیدیں ہیں، اور بسا اوقات ایک گھر میں چند افراد آج عید منا رہے ہیں اور بقیہ کل، ظاہر ہے کہ یہ صورت حال مسلمانوں کے لئے فکری اور عملی دونوں حیثیتوں سے مضر ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ اس مسئلہ کا واضح طور پر ایسا فیصلہ کر دیا جائے جو شرعی نقطہ نگاہ سے حق وصواب ہو، اس نزاعی مسئلہ کے پیش نظر حسب ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں، جن کا جواب دینا ضروری ہے۔

۱۔الف۔ساری دنیا کا مطلع ایک ہے یا مختلف؟ اگر حجاز ومصر وپاکستان وغیرہ میں وہاں کی تاریخ کے لحاظ سے ۲۹/شعبان کو رویت ثابت ہو جائے اور مذکورہ بالا ممالک کی رویت کا اعلان کر دیں، تو کیا ہندوستانی مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ بھی مذکورہ بالا ممالک کی رویت کی بنیاد پر روزہ رکھیں، گرچہ ہندوستان میں کہیں چاند نظر نہ آیا ہو؟

ب۔اگر ایسا نہیں ہے تو مطلع کے بارے میں واضح کیا جائے کہ کتنی دوری تک کا مطلع ایک شمار کیا جائے گا، اور مسافت کے کتنے بعد کے بعد مطلع کا حکم ایک باقی نہ ہوگا، مثلاً سابقہ ہندوستان یا موجودہ ہندوستان، اس کا مطلع ایک ہوگا یا دو، بمبئی کی رویت کراچی کے لئے اور ڈھاکہ کی رویت دہلی کے لئے باعث صوم وافطار ہوگی یا نہیں؟ پاکستان سے کچھ ہی آگے بڑھ کر دوسرا ملک کابل ہے، اس کا اور ہندوستان کا مطلع ایک ہوگا یا نہیں؟ اور وہاں کی رویت کا ہندوستان میں اعتبار کیا جائے گا یا نہیں؟

ـ ج ۔ نیز یہ امر واقعہ بھی سامنے رہے کہ بعض جگہ ہوائی جہازوں کے ذریعہ بلند پرواز کر کے چاند دیکھنے کا رواج شروع ہوگیا، تو اگر ہوائی جہاز سے بلند ہو کر چاند دیکھا گیا تو یہ رویت اختلاف مطلع سے متاثر ہوگی یا نہیں؟

اس سلسلہ میں اس بات پر بھی غور کر لیا جائے کہ شریعت میں بلند مقامات؛ مثلاً پہاڑ وغیرہ کے اوپر سے چاند دیکھنے کا کیا حکم ہے؟ اور ہوائی جہاز کے ذریعہ اونچا اڑ کر چاند دیکھنے کے لئے شریعت میں کوئی نظیر ہے یا نہیں؟

۲۔ الف ۔ ریڈیو سے رویت ہلال کی آنے والی خبر، یا رویت ہلال کے ثبوت کا اعلان، اس کی حیثیت شہادت کی ہے یا خبر و اعلان کی ہے، یعنی کسی ایسی جگہ، جہاں کی رویت ہمارے اوپر صوم وافطار واجب کر سکتی ہے، چاند دیکھا گیا اور یہ خبر ہم کو ریڈیو کے ذریعہ ملی، تو آیا ریڈیو کی اس اعلان کو شاہد بنا کر ہم رویت کے ثبوت وعدم ثبوت کا فیصلہ کریں گے، یا اسے ایک خبر و اعلان مان کر، صرف یہ دیکھیں گے کہ اس ذریعہ سے حاصل ہونے والی خبر ظن غالب پیدا کرتی ہے یا نہیں؟ اگر ہم نے ریڈیو سے آنے والی اطلاع کو شاہد بنایا، تو وہ اطلاع ہمارے لئے کس حد تک قابل عمل ہوگی؟

ب ۔ اور اگر اسے ہم نے اعلان قرار دیا، تو اس پر بلا کسی شرط وقید کے عمل کرنا درست ہوگا، یا ریڈیو سے آئی ہوئی رویت ہلال کی اطلاع پر کچھ قید وشرط کے بعد عمل کرنا ضروری ہوگا، اگر کچھ قیدیں ضروری ہیں تو وہ کیا ہیں؟ اور ان شرائط وقیود کا تعلق اس مقام سے ہوگا، جہاں سے ریڈیو اعلان کر رہا ہے، یا اس مقام سے ہوگا، جہاں ریڈیو کی اس خبر کو سن کر لوگ صوم وافطار کرنا چاہتے ہیں۔

ج ۔ اس امر واقعہ کی طرف بھی توجہ رہنی چاہئے کہ ریڈیو کے اسٹیشنوں پر خبروں کے مرتب کرنے والے اور نشر کرنے والے غیر مسلم بھی ہو سکتے ہیں، اور ہوتے ہیں، ایسی حالت میں فقہ کے اس جزئیہ کا کیا ہوگا کہ کافر کی شہادت معتبر نہیں۔

نیز مذکور بالا حالات سے پیش نظر ہندوستان کے مختلف ریڈیو اسٹیشنوں سے اگر اس طرح اعلان ہو کہ، دہلی کے فلاں مفتی صاحب نے خبر بھیجی اور لکھنؤ کے فلاں مولانا

صاحب نے اطلاع دی، اور پٹنہ کے فلاں قاضی صاحب نے خبر دی کہ چاند دیکھا گیا، تو ریڈیو کی اطلاع کا کیا حکم ہوگا؟

د ۔ اور اگر ریڈیو اسٹیشن؛ مثلاً دہلی سے اس طرح خبر نشر ہو کہ یہاں دہلی شہر میں رویت ہلال کی کمیٹی کی طرف سے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ اعلان ہو رہا ہے کہ چاند دیکھا گیا، کل عید کی نماز ہوگی، تو ریڈیو کی یہ خبر باعث وجود صوم وافطار ہوگی یا نہیں؟

اور اگر مختلف ریڈیو اسٹیشن سے خبر اس طرح نشر ہو کہ مدراس، بمبئی، حیدرآباد، پٹنہ میں چاند دیکھا گیا، تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

۵۔ اور اگر ریڈیو کے ذریعہ خبر اس طرح نشر ہوئی کہ اس وقت صبح کے سات بجے ہیں، دہلی کے مسلمان بہت بڑی تعداد میں اچھے اچھے کپڑے پہن کر نہایت شاداں وفرحاں دوگانہ عید ادا کرنے کے لئے جا رہے ہیں، ہر طرف مسلم آبادی میں چہل پہل ہے؛ یعنی براہ راست رویت ہلال کی کوئی خبر نہ ہو، بلکہ خبر اس طرح دی جائے جو رویت ہلال کو مستلزم ہے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

۳۔ اگر تار ٹیلیفون کے ذریعہ خبر دی جاوے تو اس خبر کے مطابق عمل کرنا درست ہوگیا یا نہیں، اگر درست ہے تو کیوں اور نہیں ہے تو کیوں؟

ـ۴۔ اگر کسی ایسی جگہ، جہاں کی رویت ہمارے اوپر صوم وافطار واجب کر سکتی ہے، رویت ہلال کا اہتمام ہو، اور شہادت کے بعد رویت کے ثبوت وعدم ثبوت کا فیصلہ کیا جاتا ہو، اور اس فیصلہ کے ریڈیو پر اعلان واعلام کا نظم ذمہ دارانہ طریقہ پر ہو، تو ریڈیو کے ایسے اعلان پر، ہر سننے والے مسلمان کے لئے صوم وافطار واجب ہے یا نہیں؟ اگر اس میں کچھ شرطیں ہیں تو کیا ہیں، اور اگر رویت کا اہتمام اور شرعی طریقہ پر رویت کے ثبوت وعدم ثبوت کے فیصلہ کا نظم، یا اس فیصلہ کا ذمہ دارانہ طریقہ پر ریڈیو پر نشر کا نظم نہ ہو، بلکہ ریڈیو کے حضرات جس طرح مختلف خبریں حاصل کرتے ہیں، اسی طرح مقامی طریقہ پر چاند کے متعلق معلومات حاصل کر لیں، اور اسے ریڈیو پر اعلان کر دیں، تو ریڈیو کے ایسے اعلان پر مسلمانوں کے لئے صوم وافطار واجب ہوگا یا نہیں؟ اور کیا اس طرح کا اعلان اگر ایک ریڈیو

اسٹیشن سے ہو، یا متعدد ریڈیو اسٹیشن سے ہو، دونوں میں کچھ فرق پڑے گا یا حکم بدل جائے گا؟

۵۔ اب مختلف ممالک میں مسلم وغیر مسلم کے امتیاز کے بغیر، ریڈیو اسٹیشن پر خبروں کی ترتیب اور اس کے پڑھنے اور سنانے کے لئے عورتیں بھی مقرر ہوتی ہیں، بلکہ ان کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے، اب اگر ریڈیو کے ذریعہ مذکورہ بالا نمبرات میں مندرج قسم کی خبریں عورتوں کی مرتب کی ہوئی، یا ان کی نشر کی ہوئی سنی جائے، تو اس سے رویت ہلال کے احکام پر کیا اثر پڑے گا؟

☆☆☆☆

جواب مولانا عبدالسلام صاحب ندویؒ ☆

جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

رویت کے سلسلے میں یہ اختلاف تو بہت قدیم ہے کہ، آیا ایک شہر کے لوگوں کے لئے دوسرے شہر کی رویت حجت ہے یا نہیں، ترمذی میں حضرت کریبؓ کی روایت موجود ہے کہ شام میں چاند شب جمعہ کو دیکھا گیا اور اس کے مطابق شنبہ سے رمضان کے روزوں کا

☆ مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی (مارچ ۱۹۰۷ء-۱۹۷۹ء) معروف تاریخ داں، سیرت نگا، ادب عربی کے رمز شناس اور حدیث نبوی کے استاذ تھے، ان کی پیدائش رائے بریلی، یوپی کے گاؤں شہروان میں مارچ ۱۹۰۷ء میں ہوئی، دارالعلوم ندوۃ العلماء سے تعلیم حاصل کی اور اپنے استاذ مولانا عبدالرحمٰن نگرامی سے خوب استفادہ کیا، ۱۹۳۴ء میں ندوہ کے استاذ مقرر ہوئے، ابتداء میں تاریخ اور معاشیات ان کے خاص موضاعات تھے، بعد میں عربی ادب اور حدیث شریف کے بھی استاذ ہوئے، تاہم ان کو تاریخ میں کمال حاصل تھا، ندوہ میں تدریس کے دوران نگراں اور جمعیۃ الاصلاح کے مربی تھے، طلبہ کو کتابوں کے مطالعہ اور تحریر وتقریر کے میدان میں رہنمائی کرتے تھے، ۱۹۴۰ء-۱۹۴۲ء تک اپنے رفیق مولانا ابوالحسن علی ندوی کے ساتھ اردو مجلّہ ''الندوہ'' کے شریک مدیر رہے، ۱۹۴۳ء میں ندوہ سے الگ ہوکر کچھ شخصیات کے تعاون سے انجمن تعلیمات اسلام کی بنا درکھی، انجمن کے پلیٹ فارم سے عصری تعلیم یافتہ لوگوں کو عربی زبان سکھانے کے لئے کتابچے تیار کئے، اسی دوران ایک مجلّہ ''تعمیر'' بھی نکالا، ۱۹۵۱ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کے شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے سربراہ مقرر ہوئے، اسی کے ساتھ ان کو جامعہ کی جامع مسجد کا خطیب اور جامعہ کے ترجمان عصر جدید کے ادارتی بورڈ کا رکن بھی نامزد کیا گیا، ۱۹۷۲ء میں جامعہ سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد ندوۃ العلماء کے معتمد تعلیم بنائے گئے اور اخیر عمر تک اس منصب پر فائز رہے، ۳۰؍رمضان ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۴؍اگست ۱۹۷۹ء کو اس دارفانی سے کوچ کر گئے، ان کی کئی تصنیفات ہیں: عربی زبان کے دس سبق، تمرین الدروس تین جلدوں میں، ہماری بادشاہی، ہندوستان کی کہانی، دنیا اسلام سے پہلے اور اس کے بعد۔

آغاز ہوگیا، عام مسلمانوں نے بھی روزہ رکھا اور خلیفۃ المسلمین حضرت معاویہؓ نے بھی روزہ رکھا، لیکن جب اس واقعہ کی اطلاع حضرت کریبؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو دی، تو انہوں نے کہا کہ ہم لوگ (اہل مدینہ) نے شنبہ کی شب میں چاند دیکھا ہم اس کا اعتبار کریں گے، راوی نے کہا کہ کیا آپ خلیفہ اسلام حضرت معاویہؓ کے چاند دیکھنے اور ان کے روزہ رکھنے کو کافی نہیں سمجھتے؟ اس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا نہیں، ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح حکم دیا ہے۔

مندرجہ بالا روایت کے مطابق ہر شہر کے لوگوں پر وہیں کے مسلمانوں کی شہادت پر صوم وافطار واجب ہے، بیرونی رویت کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا، آگے چل کر یہی روایت، اختلاف مطالع کے لحاظ کرنے کی بنیاد بن گئی؛ لیکن اس کے مقابلہ میں احناف کا عمومی رجحان یہی ہے کہ، بیرونی رویت کا اعتبار کیا جائے گا، اس بارے میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ اہل مشرق پر اہل مغرب کی رویت پر عمل واجب ہوگا، یہ لوگ مذکورہ بالا روایت کی تاویل کرتے ہیں؛ لیکن جغرافیہ اور ہیئت کا جب رواج ہوا تو پھر اختلاف مطالع کو نظر انداز کرنا مشکل ہوگیا، اور اس بناء پر، بہت دور دراز کی رویت پر عمل ضروری نہیں سمجھا جائے گا۔

اس لئے اس زمانہ میں اختلاف مطالع کا لحاظ کرنا ضروری ہے؛ البتہ اس کے لئے علم ہیئت کی روشنی میں واضح قاعدے بنا لئے جائیں۔

مطلع واحد کی صورت میں اگر کہیں رویت عمومی نہیں ہوئی، بلکہ چند آدمیوں نے دیکھا اور ان کی شہادت شرعی اصول کے مطابق تسلیم کر لی گئی اور اس مطلع کے حدود میں معتبر طور پر اس کی اطلاع پہنچ گئی، تو اس کے مسلمانوں پر بھی صوم وافطار واجب ہوگیا۔

جس مقام پر چاند دیکھا گیا وہاں تو شہادت شرعی کے اصول کا لحاظ کیا جائے گا، اور جب پورے شرعی ثبوت کے ساتھ رویت تسلیم کر لی جائے گی تو دوسرے مقامات پر شہادت کے آداب کی پابندی لازم نہیں ہوگی، بلکہ ذریعہ خبر کے معتبر ہونے کی صورت میں اس پر عمل کرنا ہوگا۔

اگر خبر عام ہو اور بے شمار ذرائع سے اطلاع مل رہی ہو، تو پھر کسی تحقیق کی ضرورت

نہیں؛ بلکہ یہ مسلسل اور متواتر اطلاع ہی کافی ہے، لیکن اگر خبر میں تواتر نہ ہو، تو پھر خبر دہندگان کے بارہ میں یہ اطمینان ہونا چاہئے کہ وہ صحیح اطلاع دے رہے ہیں، نہ وہ غلط بیانی کررہے ہیں، نہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں، اگر یہ اطمینان ہوجائے تو عمل کے لئے کافی ہے بس ظن غالب کافی ہے۔

ریڈیو کی اطلاعات کا یہی حکم ہے، اگر اس سے رویت ہلال کے بارے میں ظن غالب ہوجائے، تو اس پر عمل کیا جائے گا، تار اور ٹیلیفون سے بھی اگر متعدد اشخاص کی طرف سے اس طرح کی اطلاع مل جائے، کہ شبہ نہ رہ جائے تو کافی ہے۔

اگر اس نظام کو مان لیا جائے، تو اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ ہر صوبہ میں ایک کمیٹی بنائی جائے، جو رویت ہلال کے ثبوت کے بعد دوسرے صوبہ کی کمیٹی کو تار اور ٹیلیفون کے ذریعہ اطلاع دیدے، اس طرح ایک شرعی نظام قائم ہوجائے گا، اور معتبر طور پر اطلاع سے امت کی یکجہتی بھی قائم رہے گی۔ فقط

عبدالسلام قدوائی
جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی

☆☆☆☆

جواب مولانا عبدالصمد رحمانیؒ ☆

سوال (۱)

مختلف اقلیموں میں سورج وچاند کی گردش وادوار کی وجہ سے مطالع کا مختلف ہونا، ایسی حقیقت ہے جو نزاع اور اختلاف کی چیز نہیں ہے، کیونکہ یہ ایک مشاہد حقیقت ہے، اور دنیا جانتی ہے کہ ہندوستان میں جس وقت دن رہتا ہے، امریکہ میں اس وقت رات ہوتی

☆ مولانا عبدالصمد رحمانی (۱۳۰۰ھ-۱۹۷۳ء) نائب امیر شریعت بہار، وسیع النظر عالم دین، اعلی پایہ کے محقق ومصنف، اسلامی علوم وفنون کے ماہر، تفسیر وحدیث اور فقہ پر گہری نظر رکھنے والے تھے، فقہ واصول فقہ میں آپ کو خصوصی امتیاز حاصل تھا، تصنیف وتالیف سب سے پسندیدہ مشغلہ تھا، تقریباً سو کتابیں آپ کی علمی یادگار ہیں، جن میں مسئلہ امارت اور ہندوستان، تاریخ امارت، کتاب الفسخ والتفریق، کتاب العشر والزکوۃ اپنے موضوع پر بے نظیر ہیں، آپ کے قلم سے ہزاروں فتاوی نکلے جو آپ کی فقہی بصیرت کے آئینہ دار ہیں۔

وہ اپنے علم وفضل، زہد وتقوی، سادگی، بے نفسی میں علماء سلف کی یادگار تھے، مفکر اسلام مولانا ابوالمحاسن سجاد کے شاگرد رشید اور سچے جانشین تھے، ان کی ذات علم وسیاست کا شاندار مرقع تھی، ان کا سینہ علوم ومعارف کا خزینہ اور اصلاحی وملی تحریکات کے رازہائے سربستہ کا امین تھا، وہ بانی ندوۃ العلماء مولانا مونگیری کے فیض یافتہ اور خوشہ چیں تھے، مولانا مونگیری آپ پر بہت اعتماد کرتے تھے، مولانا مونگیری کے بعد مولانا ابوالمحاسن سجاد کے دست گرفتہ ہوگئے اور انہی کے مشورہ سے امارت منتقل ہوئے جہاں آپ نے ناظم، مفتی اور نائب امیر شریعت کی حیثیت سے ملت اسلامیہ کی گراں قدر خدمات انجام دیں۔

مولانا کی پیدائش قصبہ باڑھ (بہار) کے ایک گاؤں زید پور میں ۱۳۰۰ھ میں ہوئی، مانڈر ضلع کھگڑیا میں شادی ہوئی تو وہ وہیں سکونت اختیار کرلی، ابتدائی تعلیم اپنے قصبہ باڑھ میں حاصل کی، پھر جامع العلوم پٹکاپور گئے اور پھر وہاں سے الہ آباد پہونچے جہاں مدرسہ سبحانیہ میں مولانا محمد سجاد کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے، ظاہری علوم سے فراغت کے بعد اصلاح باطن کے لئے مولانا محمد مونگیری کے دامن سے وابستہ ہوگئے اور ان کے زیر سایہ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے میدان میں سرگرم ہوگئے، اور اپنی تحریر وتقریر کے ذریعہ اس باطل فرقہ کے جھوٹے دعوؤں کو بے نقاب کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ تقریبا اسی سال کی عمر میں (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہے، فقہاء کرام کو بھی اس کا انکار نہیں ہے، شامی میں ہے:

اعلم أن نفس اختلاف المطالع لا نزاع فيه، بمعنى أنه قديكون بين البلدتين بعد، بحيث يطلع الهلال ليلة كذا فى إحدى البلدتين دون الأخرى، وكذا مطالع الشمس؛ لأن انفصال الهلال عن شعاع الشمس يختلف باختلاف الأقطار، حتى إذا زالت الشمس فى الشرق، لا يلزم أن تزول فى المغرب، وكذا طلوع الفجر وغروب الشمس، بل كلما تحركت الشمس درجة،فتلك طلوع فجرلقوم، وطلوع الشمس للآخرين وغروب لبعض ونصف ليل لغيرهم، كما فى الزيلعى. (مرعاة المفاتيح شرح المشكاة ج:٦ ص:٤٧٢).

اس حقیقت کے اعتبار کے باوجود فقہاء کرام کا اختلاف اس امر پر ہے کہ، صوم وافطار کے باب میں ایک اقلیم والے کو دوسرے اقلیم والے کی رویت ہلال کی بناء پر صوم وافطار شرعاً واجب ہوگا یا نہیں؟ اور قاضی شریعت صوم وافطار کے باب میں اپنے فیصلہ میں اختلاف مطالع کا اعتبار کرے گا یا نہیں؟

حنفی مسلک کے فقہاء متقدمین کا فتوی ظاہر مذہب پر ہے(۱)، وہ کہتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ اختلاف کا اعتبار ہمارے نزدیک اوقات نماز اور اضحیہ وغیرہ میں ہے، اور ہمارا اس پر فتوی اور عمل ہے، لیکن صوم وافطار کے باب میں ہمارے نزدیک اختلاف مطالع کا اعتبار اس لئے نہیں ہے کہ، حدیث ''صوموا لرؤيته'' میں مطلق رویت کے ساتھ ''صوموا'' کا حکم ہے جس کے مخاطب تمام مسلمان ہیں، اور یہی حنفیہ کا ظاہر مذہب ہے، عالمگیری میں ہے:

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) قوم وملت کی عظیم الشان خدمت انجام دینے کے بعد ۱۴ر مئی ۱۹۷۳ء کو اس دار فانی سے کوچ کرگئے، وفات خانقاہ رحمانی میں ہوئی، وہیں نماز جنازہ ادا کی گئی اور خانقاہ میں سپردِ خاک کردیئے گے۔

(۱) فتح القدیر میں ہے: '' وإذا ثبت فى مصر لزم سائر الناس، فيلزم أهل المشرق برؤية أهل المغرب فى ظاهر المذهب ''۔ (فتح القدیر، ج۲ ص:۷۵۹۔)

علامہ شامی مزید لکھتے ہیں: '' وهو المعتمدعندنا ''۔ (ردالمحتار، ج۲ ص:۳۹۳۔)

ولا عبرة لاختلاف المطالع فی ظاهر الروایة ، کذا فی فتاوی قاضی خان ، وعلیه فتوی فقیه أبی اللیث، وبه کان یفتی شمس الائمة الحلوانی.(الفتاوی الهندیة ج:۱ص:۱۹۸).

ظاہر مذہب کے اس مسلک پر کہ اختلاف مطالع کا صوم وافطار کے باب میں کوئی اعتبار نہیں، یہ لازم رہے گا کہ حجاز ومصر کابل وغیرہ کی ۲۹ شعبان کی اس رویت پر، جوان کے یہاں بطریق موجب ثابت ہوگئی ہو، ہندوستان کے مسلمان روزہ رکھیں، اگراس رویت کی بطریق موجب ان کو اطلاع ہوجائے، تو ایسا کرنا ان کے لئے شرعاً ضروری ہوگا۔ درمختار میں ہے:

فیلزم أهل الشرق برؤیة أهل المغرب إذا ثبت عندهم رؤیة أولئك بطریق موجب (الدر المختار، ج:۱ص:۱۵۵).

النہر الفائق میں ہے:

ویلزم أهل الشرق برؤیة أهل المغرب فی ظاهر المذهب وعلیه الفتوی، کذا فی الخلاصة.(النهرالفائق ج:۲ص:۱٤)

مراقی الفلاح میں ہے:

وإذا ثبت الهلال فی بلدة، لزم سائر الناس فی ظاهر الروایة، وعلیه الفتوی،وهو قول أکثرا لمشائخ ، فیلزم قضاء یوم علی أهل بلدة صاموا تسعة وعشرین یوما؛ لعموم الخطاب: وهو صوموا لرؤیته.(مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، ج:۱ص:۲٤۳).

ظاہر مذہب کے خلاف زیلعی اور صاحب ''فیض'' کا فتوی یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا، یعنی ایک اقلیم والے کی رویت پر سارے اقلیم والے کیلئے صوم وافطار کا حکم نہیں دیا جائے گا، ''صاحب الدرر'' نے اسی کی تائید کی ہے[1]۔

(۱) علامہ زیلعی فرماتے ہیں: ''ولا عبرة باختلاف المطالع، وقیل یعتبر، والأشبه أن یعتبر، لأن کل قوم مخاطبون بما عندهم، وانفصال الهلال عن شعاع الشمس یختلف باختلاف الأقطار (تبیین الحقائق ج۱ص:۳۲۱۔)

اختلاف مطالع کے ماننے والوں کی دلیل یہ ہے کہ، اوقات نماز کی طرح ہر قوم کو ان کے اپنے مطلع کے اعتبار سے خطاب ہے؛ چنانچہ اس قوم پر عشاء اور وتر کی نماز واجب نہیں ہے جہاں عشاء کا وقت نہیں ہوتا، اور یہ حنفیہ کا متفقہ فیصلہ ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

وإنما الخلاف فی اعتبار اختلاف المطالع، بمعنی أنه هل یجب علی کل قوم اعتبار مطلعهم ،ولا یلزم أحدا العمل بمطلع غیره ،أم لا یعتبر اختلافها، بل یجب العمل بالأسبق رؤیة، حتی لو رؤی فی المشرق لیلة الجمعة ،وفی المغرب لیلة السبت، وجب علی أهل المغرب العمل بما رآه أهل المشرق ، فقیل بالأول، واعتمده الزیلعی ، وصاحب الفیض، وهو الصحیح عند الشافعی ، لأن کل قوم مخاطبون بما عندهم، کما فی أوقات الصلاة ، وأیده فی الدرر بما مرمن عدم وجوب العشاء والوتر علی فاقد وقتها، وظاهر الروایة الثانیة ، وهو المعتمد عندنا وعند المالکیة ، والحنابلة، لتعلق الخطاب عاما لمطلق الرؤیة فی حدیث: صوموا لرؤیته بخلاف أوقات الصلاة.(الدر المختار ج:۲ص:۳۹۳).

مراقی الفلاح میں صاحب تجرید کا بھی یہی مسلک لکھا ہے:

وقیل: یختلف ثبوته باختلاف المطالع، واختاره صاحب التجرید، کما إذا زالت الشمس عند قوم، وغربت عند غیرهم، فالظهر علی الأولین لا المغرب، لعدم انعقادالسبب فی حقهم.(مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، ج:۱ص:۲٤٤).

بہر حال علماء متاخرین حنفیہ نے اختلاف مطالع کا صوم وافطار میں بھی اعتبار کیا ہے، اور غالباً قوت دلیل کی بناء پر ظاہر مذہب کو ترک کر دیا ہے، کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد صحابہ میں اختلاف مطالع کا اعتبار تھا اور اس پر عمل بھی تھا، اور یہ عمل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی بناء پر تھا۔

زیلعی نے شرح میں لکھا ہے:

أكثر المشائخ على أنه لا يعتبر اختلاف المطالع ، والأشبه أن يعتبر،لأن كل قوم مخاطبون بما عندهم ،و انفصال الهلال عن شعاع الشمس يختلف باختلاف الأقطار ، والدليل على اعتباره ما روى عن كريب: أن أم الفضل بعثته إلى معاوية ، قال فقدمت الشام وقضيت حاجتها، واستهل شهر رمضان وأتينا الشام، فرأينا الهلال ليلة الجمعة ثم قدمت فى آخر الشهر إلى ابن عباس رضى الله عنهما، وذكر الهلال فقال هل: رأيتم الهلال، فقلت ليلة الجمعة، فقال:أنت رأيته؟ قلت نعم،ورآه الناس ، وصاموا وصيام معاوية، فقال: لكنه رأيناه ليلة السبت، فلا نزال نصوم حتى نكمل ثلاثين ، أو نراه، فقلت: أو لا تكتفى برؤية معاوية رضى الله عنه و صيامه ، قال لا ،هكذا أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ،قال فى المنتقى رواه الجماعةإلا البخارى وابن ماجة[۱]- (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ج:۱ص:۳۱۷).

اس باب میں قول فیصل یہ ہے کہ، اختلاف مطالع کے متعلق علماء حنفیہ کے تین مسلک ہیں: ایک تو وہ جو اختلاف مطالع کا مطلق اعتبار نہیں کرتے ، دوسرے وہ جو ہر بلد کے لئے ان کا مطلع الگ مانتے ہیں، تیسرے وہ جو ایک خاص حد کے بعد اختلاف مطالع مانتے ہیں اور اس خاص حد کے اندر سب کا مطلع ایک مانتے ہیں، یہ تیسرا مسلک علماء حنفیہ کے نزدیک عقلاونقلا اصح المذاہب ہے۔

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:

أهل بلدة إذا رأ وا الهلال، هل يلزم فى بلدة أُخرىٰ اختلف فيه ، فمنهم من قال لا يلزم فإنما المعتبر فى حق أهل بلدة رؤيتهم ، وفى الخانية لا عبرة باختلاف المطالع فى ظاهر الرواية، وفى القدورى إن كان بين البلدتين تفاوت لا يختلف فيه المطالع يلزمه ، وذكر شمس الائمة الحلوانى: أنه الصحيح من

(۱) دیکھئے: (الجمع بین الصحیحین، ج۲،ص۱۲۲۔) (جامع الأصول، ج۶،ص۲۷۵، باب فی اختلاف البلاد فی الرؤیۃ)۔

مذهب أصحابنا.(فتاوى تاتار خانية ج:۳ص:۳۶۵).

اختلاف مطالع کتنی مسافت پر متحقق ہوگا؟ جامع الرموز میں ہے:

أقل ما يختلف به المطالع شهر .(جامع الرموزج:۱ص:۱۹۳).

وقدر البعد الذى يختلف به المطالع مسيرة شهر (۱)، فأكثر على ما فى القهستانى عن الجواهر، اعتبارابقصة سليمان عليه السلام، فإنه قد انتقل كل غدوة و رواح، من إقليم إلى إقليم، وبينهما شهر،انتهى، ولا يخفى ما فى هذاالاستدلال، وفى شرح المنهاج للرملى ، وقدنبه التاج التبريزى على أن اختلاف المطالع لا يمكن فى أقل من أربعة وعشرين فرسخا، وأفتى به الوالد، و الأوجه أنها تحديدية، كما أفتى به أيضا فليحفظ.(رد المحتارج:۲ص:۳۹۳).

درحقیقت یہ تقویم ہی کا مسئلہ ہے، اوراس باب میں تقویم کے حساب کا اعتبار کیا جانا صحیح ہوگا، اس تقویمی حساب کی بنا پر کہا گیا ہے کہ مطالع کا اختلاف ایک مہینہ کی مسافت میں ہو جاتا ہے اور ہندوستان و پاکستان کا مطلع ایک ہے، ہندو پاک کی وہ رویت جس کا ثبوت بطریق موجب ہوگا، اس پر ہندو پاک میں صوم وافطار کا حکم یکساں ہوگا۔

ان تصریحات کی روشنی میں سوالنامہ نمبر(۱) کے الف کا کہ ساری دنیا کا مطلع ایک ہے یا مختلف؟ جواب یہ ہے کہ ساری دنیا کا مطلع ایک نہیں ہے، اس کے(ب) کا کہ کتنی دور دور تک کا مطلع ایک شمار کیا جائے گا، اور مسافت کے کتنے بعد کے بعد مطلع کا حکم ایک باقی نہیں رہے گا؟ جواب یہ ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک مسیرۃ شہر کی مسافت پر مطلع بدل

(۱) مسألة اختلاف المطالع دائماً عندما يثور القول باعتبار رؤية بعض البلاد رؤية لجميعها على سبيل الإلزام، وهذا مردود بسبب اختلاف المطالع، وذهب ابن تيمية إلى إثبات اختلاف المطالع، وذلك من وجهين: أولهما أن الرؤية تختلف باختلاف التشريق والتغريب، ثانيهما: اختلاف الرؤية باختلاف المسافة أو الإقليم، ومعهما بلا شك من أمور الواقع المشاهد الذى لايقوى على انكاره، الإمكابر فهواختلاف واقع بين البلاد البعيدة كاختلاف مطالع الشمس۔ (الموسوعة الفقهية الكويتية مادة: مطالع ج۳۸،ص:۱۱۱)

جائے گا، ہندو پاک کا مطلع ایک ہے اور غالباً یہی فتویٰ جمعیۃ علماء ہند کا ہے، مفتی اعظم حضرت مولانا محمد کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں علماء نے طے کیا تھا، اسی لئے (ج) کا کہ اور اگر ہوائی جہاز سے بلند ہو کر چاند دیکھا گیا، تو یہ رویت اختلاف مطلع سے متاثر ہوگی یا نہیں؟ جواب یہ ہے کہ شریعت میں مکان مرتفع یعنی بلند مقامات مثلاً؛ پہاڑ وغیرہ کی رویت کا اعتبار کیا گیا ہے، یعنی قاضی اس رویت پر اپنے غلبۂ ظن کی بناء پر صوم و افطار کا حکم دے گا، علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

”فأما إذا كانت متغيمة أو جاء من خارج مصر ،إذا كان في موضع مرتفع ، فإنه يقبل عندنا ، فقوله: ”عندنا“ يدل على أنه قول ائمتناالثلاثة، وقد جزم في المحيط. (رد المحتارج:۲ ص:۲۸۸).

اس تصریح کو ہوائی جہاز کے ذریعہ اونچا اڑ کر چاند دیکھنے کے لئے نظیر بنایا جاسکتا ہے، اور یہ رویت اختلاف مطالع سے متاثر ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال (۲)

سوالنامہ کے نمبر دوم کے (الف) کا کہ ریڈیو سے رویت ہلال کے آنے والی خبر، یا رویت ہلال کے ثبوت کا اعلان، اس کی حیثیت شہادت کی ہے یا خبر و اعلان کی ہے؟ جواب یہ ہے کہ اس کی حیثیت فی نفسہ اور فی زمانہ خبر و اعلان کی ہے، شہادت کی نہیں ہے، درمختار میں ہے:(۱)

” وكل ما لا يشترط ما فيه هذا اللفظ كطهارة ما ء ورؤية هلال فهو إخبار لا شهادة“ .(الرد مع الدر، ج:۵ ص:٤٦٥).

مبسوط میں ہے:

هو مخبر بأمر ديني، وهو وجوب أداء الصوم على الناس، فوجوب

(۱) الإخبار قد يطلق على إلقاء الكلام، وقال العلامة التفتازاني رحمه الله في التلويح: المركب التام المحتمل للصدق والكذب، والإخبار ثلاثة: امّا بحق للغير على آخر وهو الشهادة، أو بحق للمخبر على آخر وهو الدعوى، أو بالعكس وهو الإقرار۔ (دستور العلماء۔ جامع العلوم في اصطلاحات الفنون: ج۱،ص٦٦)۔ والشهادة الإخبار بصحة الشيئ مشاهدة وعياناً، يقال شهد عند الحاكم لفلان على فلان بكذا شهادة فهو شاهد وهم شهود (المغرب في ترتيب المعرب ج۱،ص:۲۵۹)۔

قبول خبره، إذا لم يكذبه الظاهر، كمن روى حديثا. (المبسوط للسرخسي ج:۳ ص:٦٤).

شامی میں ہے:

”الحاصل أن رمضان يجب صومه بلا ثبوت ، بل بمجردالإخبار؛ لأنه من الديانات ،ولا يلزم من وجوب صومه ثبوته“. (رد المحتار ج:۲ ص:۳۹۹).

اور چونکہ صوم کا وجوب مجرد اخبار سے ہو جاتا ہے، عالمگیری میں لکھا ہے:

”ولا يشترط في هذه الشهادة لفظ الشهادة ،ولا الدعوى، ولا حكم الحاكم ،حتى أنه لو شهد عند الحاكم وسمع رجل شهادته عند الحاكم وظاهره العدالة، وجب على السامع أن يصوم ولا يحتاج إلى حكم الحاكم“. (الفتاوى الهندية ج:۱ ص:۱۹۷).

بدائع میں ہلال رمضان کے متعلق لکھا ہے:

” إن هذا من باب الإخبار ، لا من باب الشهادة ، بدليل أنه تقبل شهادة الواحد،إذا كان بالسماء علة، ولو كان شهادة لما قبل؛ لأن العدد شرط في الشهادات“.(بدائع الصنائع ج:۲ ص:۸)

یعنی: رویت ہلال رمضان کی خبر شہادت نہیں ہے، اس لئے کہ شہادت میں نصاب شہادت کا ہونا شرط لازمی ہے، اور وہ یہاں نہیں پایا جاتا ہے، لہٰذا رویت ہلال رمضان کی خبر، شہادت نہیں ہوگی، بلکہ قبیل روایت و اخبار کے ہوگی۔

اسی طرح بدائع میں ہلال اضحیہ کے سلسلہ میں امام کرخی کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے:

”لأن هذا ليس من باب الشهادة بل من باب الإخبار ، ألا ترى أن الأضحية تجب على الشاهد، ثم تتعدى إلى غيره، فكان من باب الخبر، ولا يشترط فيه العدد“.(بدائع ا لصنائع ج:۳ ص:۷۸).

یعنی رویت ہلال اضحیہ کی خبر ہے، اضحیہ کا وجوب چونکہ پہلے خود مخبر یعنی چاند کی خبر دینے والے پر ہوتا ہے، پھر اس سے متعدی ہو کر غیر مخبر پر واجب ہوتا ہے، اسی لئے رویت

کی یہ خبر شہادت نہیں ہوگی، بلکہ من قبیل خبر ہوگی، کیونکہ شرعاً شہادت نام ہے: "إخبار حق الشخص علی الغیر"

یعنی شاہد کسی شخص کے حق کو غیر پر ثابت کرتا ہے، اس کا تعلق خود اس کی ذات سے نہیں ہوتا ہے، اور یہاں ایسا نہیں ہے۔

دستور العلماء میں ہے:

"وفي الشرع،الشهادة إخبار بحق الشخص على غيره ، عن مشاهدة القضية التي يشهدها بالتحقيق وعن عيان، لاتخمين وحسبان، أي عن معاينة تلك القضية، والإشارة إليها، لقوله صلى الله عليه وسلم :لو علمت مثل الشمس فاشهد، وإلا فدع". (دستور العلماء ج:۲ ص:۱۶۲).

اسی طرح تعریفات سید شریف میں ہے:

"الشهادة، هي في الشريعة إخبار عن عيان بلفظ الشهادة في مجلس القاضي بحق الغير على الآخر". (التعريفات ج:۱ ص:۱۲۹).

حاصل یہ ہے کہ وہ خبر جس میں مخبر عنہ؛ یعنی جس چیز کی خبر دینے والا، خبر دے رہا ہے، وہ مخبر اور غیر مخبر دونوں کو شامل ہے، تو وہ خبر شہادت نہیں ہوگی، شہادت میں یہ لازم ہے کہ وہ خود شاہد کو لازم نہ ہو اور شاہد کو شامل نہ ہو، لہٰذا شرعاً ہر وہ خبر جس میں مخبر عنہ، مخبر اور غیر مخبر دونوں کو شامل ہو، وہ خبر من قبیل اخبار و روایات ہوگی۔

اس اصول پر رویت ہلال کی خبر، چاہے رمضان کے متعلق ہو یا اضحیۃ سے متعلق ہو، یا شوال سے متعلق ہو، سب باب اخبار سے ہوگی، باب شہادت سے نہیں ہوگی، کیونکہ ان سب میں ہر ایک کی رویت ہلال کی خبر، مخبر اور غیر مخبر دونوں کو شامل ہے، جیسے رویت ہلال رمضان کی خبر، اس سے خود بخود دینے والے کو روزہ رکھنا اسی طرح فرض ہو جاتا ہے، جیسے غیر مخبر کو، اسی طرح افطار اور اضحیہ کی رویت ہلال کی خبر سے، صدقہ فطر اور اضحیہ دونوں کو لازم و شامل ہوتا ہے۔

☆☆☆☆

چند ضمنی باتیں

اس جگہ پر یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے، کہ رویت اضحیہ کی خبر کو صاحب بدائع شہادت نہیں قرار دے رہے ہیں؛ بلکہ خبر کہہ رہے ہیں؛ لیکن خبر دینے والے کو لفظ شاہد سے تعبیر کرتے ہیں، لفظ شاہد کا استعمال ایسے موقع میں مصطلح فقہاء کے اعتبار سے نہیں ہے، بلکہ لغوی معنی کے اعتبار سے ہے، لہٰذا ذہن میں یہ خلجان نہیں ہونا چاہئے کہ رویت ہلال اضحیہ کے خبر دینے والے کو، وہ مخبر قرار دیتے ہوئے اس پر لفظ شاہد کا اطلاق کیسے کر رہے ہیں، فقہاء کی عبارتوں میں اس طرح کے اطلاقات بہت پائے جاتے ہیں، مگر اس طرح کے اطلاقات وہ تسامحاً نہیں کرتے، بلکہ فقہ کے طالب علم کے وثوق اور علم سے وہ یہ حسن ظن رکھتے تھے، کہ فقہاء کی مصطلحات سے باخبر ہونے کے بعد، وہ غلط فہمی کے شکار نہیں ہوں گے، اس لئے یہ اب ہماری ذمہ داری ہے کہ ان کے اطلاقات کو صحیح محمل پر حمل کریں۔

اس جگہ ذہن میں یہ خلش بھی پیدا ہو سکتی ہے، کہ صاحب بدائع نے تو اضحیہ کے سلسلہ میں اس کے باب اخبار سے ہونے کی بناء پر یہ لکھ دیا ہے کہ "لا يشترط فيه العدد" مگر دوسرے فقہاء کی تصریحات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اضحیہ کے باب میں عدد شرط ہے، تو یہ اس امر کو مستلزم ہوگا، کہ اضحیہ کے باب میں رویت ہلال کی خبر شہادت ہو، اور از قبیل اخبار نہ ہو، مثلاً درمختار میں ہے:

"وهلال الأضحى وبقية الأشهر التسعة، كالفطر على المذهب". (الرد مع الدرج:۲ ص:۳۹۱).

اور ہلال فطر کے متعلق اس کے پہلے لکھا ہے:

"وشرط للفطر مع العلة والعدالة، نصاب الشهادة، ولفظ اشهد، وعدم الحد في قذف لتعلق نفع العبد". (الرد مع الدرج:۲ ص:۳۸۶).

اسی طرح فقہ کی اور کتابوں میں بھی فطر کے سلسلہ میں عدد کی تصریح ہے۔

بیشک یہ خلش ہم جیسوں کے ذہن میں پیدا ہوسکتی ہے، جو اچٹتی نظر سے فقہی عبارتوں کا مطالعہ کرتے ہوئے گذر جاتے ہیں، مگران کو، جو فقہ کے ساتھ ممارست رکھتے ہیں، یہ خلش نہیں ہوگی کیونکہ ظاہر روایت تو یہی ہے کہ ’الأضحی کالفطر‘ مگر امام صاحب سے ایک اور روایت یہ بھی ہے کہ

”أنه كهلال رمضان“. (الهداية ج:١ ص:١٩٦) .

اسی طرح فطر میں ظاہر روایت میں ”نصاب شہادت“ شرط ہے، لیکن بمقابلہ اس کے متاخرین نے ترجیح نادر کی روایت کو دی ہے۔ مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ نے ہدایہ کے حاشیہ میں لکھا ہے:

” رجح في التحفة رواية النوادر فقال ، الصحيح أنه يقبل فيه شهادة الواحد والاثنين“.(حاشيه هدايه: ج:١ ص:١٩٦).

تحفہ کی اس ترجیح سے کہ، یہ صحیح ہے کہ ایک شخص کی شہادت بھی قبول کی جائے گی، یہ بات واضح ہوگئی کہ نصاب شہادت کی شرط کو متاخرین نے رد کردیا ہے۔ درمختار میں ہے:

”وصحح في الأقضية ، الاكتفاء بواحد إن جاء من خارج البلد، أو كان على مكان مرتفع ،واختاره ظهير الدين“. (الرد مع الدرج:٢ ص:٣٨٨).

مطلب یہ ہے کہ ’اقضیۃ‘ میں جو حنفیہ کی معتبر کتاب ہے، اس میں اکتفاء بواحد کو صحیح قرار دیا ہے، جب کہ وہ مکان مرتفع پر ہو، یا خارج عن البلد ہو، یعنی فطر میں بہر حال نصاب شہادت کی شرط نہیں ہے، اور اسی کو علامہ ظہیر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے۔

درمختار کی اس عبارت کے تحت علامہ شامی نے لکھا ہے کہ فتاوی صغری میں بھی اسی پر اعتماد کیا گیا ہے، اور یہی امام طحاوی کا بھی قول ہے، بلکہ امام محمد نے بھی کتاب الاستحسان میں اسی طرف اشارہ کیا ہے، پھر علامہ شامی نے مبسوط کی عبارت نقل کی ہے، جو ظاہر روایت پر مبنی ہے، اس میں بھی اس کی تصریح ہے کہ خارج مصر سے اگر ایک شخص نے، یا بلند مقام سے آکر ایک شخص نے رویت کی شہادت دی، اور چاند دیکھنے کی خبر دی، تو اس کا قول

ہمارے ائمہ ثلاثہ؛ امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد کے نزدیک قبول کیا جائے گا، پھر لکھا ہے کہ صاحب ’محیط‘ نے بھی اس کا جزم کیا ہے اور اس کی خلاف ورزی کو ”قیل“ کے صیغہ تمریض سے تعبیر کیا ہے۔

پھر علامہ شامی نے مبسوط کی عبارت کی بناء پر لکھا ہے: یہ قول بھی ”ظاہر روایت“ ہے، تو اس بناء پر نصاب شہادت کی شرط بھی حسب روایت سابق، ظاہر روایت ہے، اور نصاب شہادت کا شرط نہ ہونا بھی ظاہر روایت ہے، جو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسف اور امام محمدؒ کا قول ہے۔

پھر یہ بھی لکھا ہے کہ، حاکم شہید کی کتاب ”کافی“ جو ظاہر روایت ہے، اس میں بھی تصریح ہے کہ ایک مسلمان مرد اور ایک مسلمان عورت کی شہادت مقبول ہوگی، یعنی نصاب شہادت شرط نہیں ہے۔ (نصہ ھکذا) ”يقبل شهادة المسلم والمسلمة، عدلا كان الشاهد أو غير عدل ، بعد أن يشهد أنه رآى خارج المصر ، أو أنه رآى في المصر ، وفي المصرعلة تمنع العامة من التساوي في رؤيته“.(الكافي للحاكم الشهيد، كتاب الصوم) .

یہی مضمون عالمگیری میں ان الفاظ میں ہے:

”ذكر الطحاوي أنه تقبل شهادة الواحد إذ جاء من خارج المصر ، وكذا إذا كان على مكان مرتفع ، كذا في الهداية ، وعلى قول الطحاوي اعتمد الإمام المرغيناني ، وصاحب الأقضية والفتاوى الصغرى“. (الفتاوى الهندية ج:١ ص:١٩٨).

بہر حال متاخرین نے جو نصاب شہادت کو رد کیا ہے، اور نصاب شہادت کے شرط نہ ہونے کو ترجیح دی ہے، اس کی بنیاد ظاہر روایت پر ہے؛ لہٰذا جن حضرات کے سامنے یہ تفصیل ہے، ان کو کیا خلش ہوسکتی ہے، علامہ شامی کی عبارت حسب ذیل ہے:

(وقوله في الأقضيه) هو اسم كتاب، واعتمده في الفتاوى الصغرى أيضا ،وهو قول الطحاوي ، وأشار إليه الإمام محمد في كتاب الاستحسان من

الأصل، لكن في الخلاصة ظاهر الرواية، أنه لا فرق بين المصر وخارجة، (معراج وغيره) قلت لكن في النهاية عند قوله: ومن رآى هلال رمضان وحده، صام الخ... وفي المبسوط، إنما يرد الإمام شهادةمعراج وغيره ،قلت لكن في النهاية عند قوله: وهو رأى هلال رمضان وحده صام الخ... وفي المبسوط إنما يرد الإمام شهادته إذا كانت السماء مصحية، وهو من أهل المصر، فأما إذا كانت متغيمة ، أو جاء من خارج المصر ، أو كا ن في موضع مرتفع ،فإنه يقبل عندنا على أنه قول ائمتنا الثلثة ،وقد جزم به في المحيط، وعبرعن مقابله بقيل، ثم قال: وجه ظاهر الرواية، أن الرؤية تختلف باختلاف صفو الهواء و كدورته، باختلاف انهباط المكان وارتفاعه، فإن هواء الصحراء أصفى من هواء المصر، وقد يرى الهلال من أعلى الأماكن، مالا يرى من الأسفل،و قد لايكون تفرده بالرؤية خلاف الظاهر، بل على موافقة الظاهر ، ففيه التصريح بأنه ظاهر الرواية، وهو كذ لك؛ لأن المبسوط من كتب ظاهر الرواية أيضا، فقد ثبت أن كلامن الروايتين ظاهر الرواية، ثم رأيته أيضا في الكافي للحاكم ،الذي هوجمع كلام محمد في كتبه ظاهر الرواية، و يقبل شهادة المسلم والمسلمة، عدلا كان أو غير عدل ،بعد أن يشهد أنه رأى خارج المصر، أو أنه رآه في المصر،وهناك علة تمنع العامة من التساوي في رؤيته". (رد المحتار ج:۲ص:۳۸۸).

خلاصہ یہ ہے کہ متاخرین نے اختلاف مطالع کے باب میں قوت دلیل کی بناء پر جس طرح ظاہرروایت کوترک کردیا،اسی طرح قوت دلیل کی بناءپررویت ہلال کے باب میں عدد کی شرط کو جونصاب شہادت میں شرط ہے،ترک کردیا، کیونکہ رویت ہلال کی خبرجیسا کہ معلوم ہو چکا ہے، اپنی جوہریت کے اعتبار سے خبرہی ہوسکتی ہے،شہادت کسی طرح بھی نہیں ہوسکتی ہے۔

علاوہ ازیں یہ بات پیش نظر رہنی چاہئے کہ فقہاء کے یہاں خبر کی تین قسمیں

ہیں (۱): ایک تو وہ جو ”خبرمحض“ ہے، جس کو وہ روایت بھی کہتے ہیں، دوسری وہ جو ”شہادت محض“ ہے تیسری وہ جو نہ شہادت محض ہو نہ روایت محض ہو، بلکہ من وجہ ہر ایک کے ساتھ مشابہت ہو،اب عملا کسی خبر کے متعلق ہوسکتا ہے کہ کوئی فقیہ اسکی ظاہری مشابہت پر کوئی حکم دیدے، پس ایک خبر پر دومختلف جہات سے دوحکم ہو سکتے ہوں، مگر اہل علم اس کیلئے ہر دو صورت میں ایسی تعبیر اختیار کرتے ہیں، جو اس بات کی مشعر ہوتی ہے کہ کون حکم خبر کی جوہریت کے اعتبار سے ہے اور کون حکم مشابہت کے اعتبار سے ہے، مثلاً؛ صاحب بدائع نے اضحیہ کے سلسلہ میں پہلے رویت ہلال کی خبر کی جوہریت کو بتایا، کہ اس خبر سے چونکہ اضحیہ کا وجوب پہلے شاہد پر ہوتا ہے، اس کے بعد جب وہ خبر کو دوسروں سے بیان کرے، تو اس سے متعدی ہوکر غیر شاہد پر واجب ہوتا ہے، لہٰذا یہ باب خبر سے ہے، پھر اس کے بعد اس کے لئے یہ حکم بتایا، کہ لا يشترط فيه العدد ،اور صاحب درمختار نے مطعومات ومشروبات کے رسیا لوگوں کی نفسیاتی لذت کے پیش نظر پہلے تو یہ کہا کہ اس میں نفع دنیوی للعباد ہے، پھر یہ کہا کہ اس کو ان کے دیگر دنیاوی حقوق سے مشابہت ہے، پھر اس مشابہت کی بناء پر یہ تفریع کی ”فيشترط فيها مايشترط فيها“ اور اس طرح یہ واضح کردیا کہ اس شرط کے بعد یہ مشابہت ہے۔

پس دونوں کی تفریع جہتوں سے ہے، اور صاحب درمختار کا مطلب یہ نہیں ہے کہ، رویت ہلال فطر کی خبر اپنی جوہریت کے اعتبار سے شہادت ہے، اس بناء پر اس میں ”نصاب شہادت“ کی شرط ہے، ہم اگر ایسا سمجھیں تو یہ ہماری کج فہمی کا ثبوت ہوگا، مگر فقہاء کرام کے اصول پر غلط بات چسپاں نہ ہوگی، کیونکہ یہ تو معلوم ومشہور ہے کہ، رویت کا دنیوی نفع کے ساتھ مشغول ہونا، روایت کے منافی نہیں ہے، مگر شہادت کا نفع دنیوی کے

(۱) الخبر ثلاثة أقسام: رواية محضة كالأحاديث النبوية، وشهادة محضة كإخبار الشهود عن الحقوق على المعينين عند الحاكم، ومركب من- أو- بين الشهادة والرّواية، وله صور: (۱) أحدهما: الإخبار عن رؤية هلال رمضان من جهة أن الصوم لا يختص بشخص معين، بل عامٌّ على جميع المصر، أو أهل الآفاق على الخلاف في أنه هل يشترط في كل قوم رؤيتهم أم لا؟ فهو من هذا الوجه رواية لعدم الاختصاص بمعيّن، وعموم الحكم، ومن جهة أنه حكم يختص بهذا العالم دون ما قبله وما بعده- (انظر: الفروق للقرافي، ج۱ ص:۷۱)

ساتھ مستعمل ہونا، شہادت کے منافی ہے، چنانچہ حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے ظفر الأمانی میں رویت وشہادت کے فرق کو بتاتے ہوئے اس فرق کو ظاہر کردیا ہے، (نصہ هکذا)"و منه أنه لا تقبل شهادة من جر بها نفعاً إلى نفسه، أو دفع ضرراً بخلاف الرواية". (ظفر الأمانی،ص:٢٤٥)

ایسی صورت میں صاحب درمختار، رویت ہلال فطر کی خبر میں "نفع دنیوی للعباد" مانتے ہوئے اس کو شہادت کیسے قرار دیں گے، اور اس شہادت کو قابل قبول کیسے سمجھیں گے، اور جب یہ شہادت جلب منفعت کی بناء پر قابل قبول نہیں رہے گی، تو اس سے رویت ہلال فطر کا ثبوت کیسے ہوگا، صاحب درمختار تو خود کتاب الشہادۃ میں شاہد کی شہادت کے بارے میں یہ لکھتے ہیں:

"من الشرائط عدم قرابة ولاد ،أو زوجية، أو عداواة دنيوية ، أو دفع مغرم أو جر مغنم". (الرد مع الدرج:٥ ص:٤٦٢).

اسی طرح معین الحکام میں مواقع الشہادۃ میں لکھا ہے:

"أن يجر لنفسه منفعة أو يدفع عنها مضرة، وأصله إن كان شهادة جرت مغنما أو وقعت مغرما ، لم تقبل لأنهاتمكنت فيها تهمة الكذب". (معين الحكام ص:٤٢).

خلاصہ یہ ہے کہ، فقہاء کے اصول شہادت پر، رویت ہلال فطر اور اضحیہ کی خبر کو اس تصریح کے بعد کہ اس میں نفع دنیوی ہے، شہادت سمجھنا سراسر فقہی بدذوقی ہوگی، اس لئے اہل علم کو فقہاء کی عبارت میں ایسے معنی نہیں پہنانا چاہئے، جس سے ان کی عبارت متضاد اور بے معنی ہوکر رہ جائے، اور ان کی نسبت پر بری رائے قائم کی جائے، کہ ایک طرف تو وہ رویت ہلال کی خبر کو شہادت سے خارج کرتے ہیں، اور دوسری طرف وہ شہادت کی شرط کو اس کے لئے لازم قرار دیتے ہیں، اس طرح کی بدحواسی کی نسبت فقہاء کی طرف کرنی خود کج فہمی اور بدذوقی ہوگی، فقہاء پر یہ نازیبا اور ناروا الزام چسپاں نہیں ہوگا۔

پھر بڑی بے انصافی ہوگی کہ وہ تو اپنی تعبیر اور اطلاقات کے بارے میں اہل علم

سے یہ حسن ظن رکھیں کہ وہ مصطلحات فقہاء، اور ان کے اصولوں کے جاننے کے بعد غلط فہمی کے شکار نہ ہوں گے، اور ہم اپنی بے اعتنائی سے ان کے حسن ظن کا خون کریں، اور بلا لحاظ ان کے اصول اور ان کے مصطلحات کے الفاظ وعبارت میں جو معنی چاہیں پہنا دیں، اس لئے ضروری ہے کہ ہم ان کی عبارتوں کو محمل حسن پر حمل کریں، اور یہ پیش نظر رکھیں کہ لفظ شہادت، شاہد وشہید وغیرہ کو وہ ہر جگہ مصطلح معنی میں استعمال نہیں کرتے، بلکہ لغوی معنی میں بھی استعمال کرتے ہیں، اور اس کی طرف بدائع کی عبارت میں ہم اشارہ کر چکے ہیں، اور یہ ایسی بات نہیں ہے کہ فقہاء کے نوادرات میں سے ہے، بلکہ ہر فن کی کتابوں میں اس کی مثال ملے گی، اور ہماری اردو تحریر میں بھی آپ کو ایسی مثال مل جائے گی، کہ مخبر رویت ہلال کو شاہد سے تعبیر کیا گیا ہے، مگر اس سے اہل علم کو غلط فہمی نہیں ہوگی، اور اسلوب تحریر خود بتادے گا، کہ اس جگہ شاہد بمعنی مخبر ہے۔

رویت ہلال کے مخبر کے لئے بعض خاص صورتوں میں، فقہاء کا بعض خاص شہروں کا ذکر ویسا ہی ہے، جیسا کہ راوی حدیث کے متعلق ضروری شرط کے ساتھ، روایت حدیث کی جلالت قدر کے لحاظ سے کچھ اور شرطوں کا براہ تقوی ذکر کردینا، دینی کتابوں میں معمول بہا سا نظر آتا ہے، مگر اہل علم جانتے ہیں کہ کن شرطوں کا کیا مقام ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ رویت ہلال کی خبروں میں بھی بعض حالت میں، ان کی دینی خبر کی اہمیت کی بناء پر، فقہاء نے براہ تقوی احتیاطی شروط کا ذکر کردیا ہے، تاکہ عامۃ المسلمین کو اس کے قبول میں تردد نہ ہو، اور غلبہ ظن کا موجب ہو، اسکا ذکر اس لئے نہیں کرتے تھے کہ رویت کی یہ خبر باب شہادت سے ہے، اب یہ اہل علم کا کام ہے کہ وہ اس فرق کو ملحوظ رکھیں، کہ رویت ہلال کے سلسلہ میں کون شروط، براہ فتوی ہیں اور کون شروط براہ تقوی ہیں، جو کسی خصوصی مشابہت اور داعیہ کی بناء پر فقہاء نے اس کا ذکر کیا ہے، اس طرح نہ تو فقہاء کی عبارت میں تضاد رہے گا، نہ فقہی اصطلاح پر کوئی آنچ آئے گی اور نہ کسی طرح کی خلش کی کوئی گنجائش ہوگی۔

یہاں پہونچ کر ہم کو اس کا احساس ہے کہ اس باب میں بعض ضروری گوشہ ہنوز اوجھل ہے، جو بنیادی کتب فقہ سے معلوم کئے جاسکتے ہیں اور وہ میرے پاس مانڈر (مقالہ

نگار کا آبائی وطن) میں نہیں ہے، کاش اس تحریر کو میں کتب خانہ رحمانیہ مونگیر میں بیٹھ کر لکھتا، امید کہ وہ اہل علم جن کو کتابوں کی سہولت حاصل ہے، وہ ہر پہلو پر واضح روشنی ڈالیں گے۔

اس امر کے واضح ہو جانے کے بعد کہ ریڈیو سے رویت ہلال کی آنے والی خبر، یا رویت ہلال کے ثبوت کا اعلان، باب شہادت میں نہیں ہے، بلکہ باب اخبار و روایت میں ہے، اس خبر یا اعلان کے متعلق ہم صرف دیکھیں گے کہ اس ذریعہ سے حاصل ہونے والی خبر واعلان سے ظن غالب پیدا ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر ظن غالب پیدا ہوگا، تو یہ خبر قبول کی جائے گی، اور قاضی یا قائم مقام قاضی اس پر اپنے فتوی اور فیصلہ کی بنیاد رکھے گا، اور اس کا اعلان عام کرے گا، کیونکہ غلبہ ظن موجب عمل ہوتا ہے۔ ملتقی میں ہے:

"وإن لم يكن بالسماء علة مانعة عن الرؤية، فلا بد في الكل ؛أی هلال رمضان والفطر وذی الحجةمن جمع عظيم لقيام العلم الشرعي الموجب للعمل، وهو غلبة الرأی، لا العلم بمعنى اليقين". (ملتقى الأبحر، ج:١ ص:٣٤٩).

رسائل ابن عابدین میں ہے:

"أو إذا لم تكن في السماء علة، اشترط لهلال رمضان والفطر، جمع عظيم يقع العلم الشرعي، وهوغلبة الظن بخبرهم". (رسائل ابن عابدين ج:١ ص:٢٣٤).

فقہاء کے نزدیک غلبہ ظن کا حصول کس طرح ہوگا، اور کن شرائط کے ساتھ ہوگا، ایک مستقل مسئلہ ہے، جو فقہ میں اپنے مقام میں مذکور ہے، یہ بحث صرف معانی رویت ہلال کی جوہریت کے لحاظ سے ہے۔

سوال نامہ کے نمبر دوم کی دفعہ (ب) کا کہ اس پر (یعنی ریڈیو کے ذریعہ آنے والی خبر پر) بلا کسی شرط وقید کے عمل کرنا درست ہوگا، یا ریڈیو سے آئی ہوئی رویت ہلال کی اطلاع پر، کچھ قید وشرط کے بعد عمل کرنا ضروری ہوگا، اگر کچھ قیدیں ضروری ہیں (تو کیا ہیں؟) جواب یہ ہے کہ ریڈیو کی خبر پر بلا کسی قید وشرط کے عمل کرنا درست نہیں ہوگا، وجہ اس

کی یہ ہے کہ ریڈیو بے جان آلہ ہے، یہ خود نہیں بولتا ہے، بلکہ اس کے ذریعہ کوئی آدمی خبروں کو نشر کرتا ہے اور بولتا ہے، اس آلہ کا کام فقط اتنا ہے کہ وہ ناشر خبر کی آواز کو دور دور تک پہونچا دیتا ہے، اور ہم آج گھر بیٹھے ساری دنیا کی خبر سنتے اور معلوم کرتے ہیں۔

اس بنا پر اس کی خبروں کے متعلق شرعی حکم کے بیان میں، اس کے ناشر کا، جو ریڈیو پر بولتا ہے، لحاظ ضروری ہوگا، اور ہم کو دیکھنا پڑے گا کہ کوئی آدمی اگر رویت ہلال کی خبر ہم کو براہ راست دے، اور ہم سے آکر بیان کرے، تو فقہی اصول پر اس کے متعلق ہم کو کن کن امور کا لحاظ کرنا پڑے گا، وہ تمام باتیں اس ناشر کے متعلق بھی لحاظ کرنی پڑے گی، اس سلسلہ میں فقہاء کی ضروری تصریحات کا حاصل یہ ہے:

ا۔ کوئی رویت کی خبر بیان کرے، تو سب سے پہلے یہ دیکھنا پڑے گا کہ وہ مسلم ہے یا غیر مسلم، اگر غیر مسلم ہے، تو اس کی رویت ہلال کی خبر کی طرف کسی طرح کا اعتنا نہیں کریں گے، اس لئے نہیں کہ ہم اس کو غیر مسلم ہونے کی وجہ سے کاذب، غیر ثقہ، اور ناقابل اعتماد سمجھتے ہیں، بلکہ اس لئے کہ رویت ہلال کی خبر امر دینی ہے، اور دینی امور پر آئینی مجبوری ہے کہ شرعاً اس کے بارے میں صرف اس دین کے حامل ہی کے قول پر اعتناء کیا جائے گا، غیر مسلم چاہے کتنا ہی صادق القول، ثقہ اور ہر طرح قابل اعتماد ہو، اور اپنی شخصیت اور وجاہت کے اعتبار سے اونچے اونچے منصب پر فائز ہو، اور چاہے دنیوی امور میں بلاتردد ہم اس کی ہر بات کو، اس کے ہر بیان کو سچا ہی کیوں نہ سمجھتے ہوں، اور معاملات دنیوی میں ہم اس پر پورا پورا اعتماد ہی کیوں نہ کرتے ہوں۔ اصول بزدوی میں ہے:

"لا خلاف في اشتراط الإسلام والبلوغ ،في قبول خبر واحد برؤية هلال رمضان". (كشف أصول البزدوی، ج:٣ ص:٣٥).

شامی میں ہے:

"ويلزم أن يكون مسلما عاقلا بالغا". (الرد مع الدرج:٢ ص:٣٨٥).

عالمگیری میں ہے:

"إن كان بالسماء علة ،فشهادة الواحد على هلال رمضان مقبولة، إذا

کان عدلاً مسلما عاقلا بالغا، حرا کان أو عبداً، ذکرا کان أو أنثی". (الفتاوی الهندیة ج:۱ص:۱۹۷).

۲۔ اگر مسلم ہے، تو دیکھنا پڑے گا کہ وہ ثقہ، عادل اور شرعاً قابل اعتماد ہے یا نہیں، یا بنا برقول صحیح "مستور الحال" ہے یا نہیں، مخبر اگر مستور الحال ہے تو اس کی رویت ہلال کی خبر قابل قبول ہوگی، اور قاضی یا قائم مقام قاضی، یا مفتی یا امام جامع، یا کوئی مقامی ذمہ دار اور دینی شخصیت اس کی طرف اعتناء کرے گا، اور سننے کے بعد یہ غور کرے گا، کہ خبر شرعاً فیصلہ اور عمل کے لئے بنیاد بن سکتی ہے یا نہیں۔؟

الف۔ یہ شخص خود اپنی رویت کو بیان کر رہا ہے۔

ب۔ یا دوسرے کی رویت کی شہادت دے رہا ہے۔

ج۔ یا قاضی یا قائم مقام قاضی، یا مفتی وغیرہ کے رویت ہلال کے فیصلہ ہی کو بیان کر رہا ہے۔

د۔ یا ایسے شہری آبادی کے متعلق، جہاں شرعاً ایسے ذمہ دار مسلمان ہوں، جو رویت ہلال کے متعلق شرعی فیصلہ دے سکیں، یہ خبر دے رہا ہے کہ شہر میں رویت ہلال کے سلسلہ میں ڈھول سے اعلان رویت ہو رہا ہے، توپ داغے جا رہے ہیں، چراغاں کیا جا رہا ہے، مسلمان لوگ ایک دوسرے کو رویت ہلال کی مبارک باد دے رہے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

ہ۔ یا وہ رویت ہلال کے متعلق جو کچھ کہہ رہا ہے اس کی نوعیت صرف حکایت محض کی ہے۔

و۔ یہ خبر ایسی حالت میں دے رہا ہے کہ مطلع ابر آلود، یا پر غبار تھا، یا بالکل صاف تھا۔

ز۔ اپنے بیان میں منفرد ہے، یا اور لوگ بھی اس کے ساتھ ہیں، جو اس کے ایسا بیان دے رہے ہیں۔

ح۔ رویت کی یہ خبر منازعت اور الزام حق الشخص علی الغیر سے متعلق ہے یا نہیں، وغیرہ وغیرہ

اس سوال کا کہ ان شرائط وقیود کا تعلق اس مقام سے ہوگا، جہاں سے ریڈیو اعلان

کر رہا ہے، یا اس مقام سے ہوگا جہاں ریڈیو کی خبر کو سن کر لوگ صوم وافطار کرنا چاہتے ہیں، جواب یہ ہے کہ اصل میں ریڈیو سے رویت ہلال کی خبر کے قبول وعدم قبول میں شرائط کا تعلق زیادہ تر "خبر" اور "خبر دینے والے" سے ہے، اور چونکہ رویت ہلال کی خبر از قبیل رویت ہے؛ لہٰذا وجوب صوم اس شخص پر شرعاً لازم ہوگا، جو چاند دیکھنے والے کی زبان سے رویت کا اقرار سن لے، اس کے لئے کسی حاکم کے حکم اور فیصلہ کی شرعاً حاجت نہیں ہوگی، عالمگیری میں ہے:

"ولا یشترط فی هذه الشهادة لفظ الشهادة، ولا الدعوی، ولا حکم الحاکم، حتی أنه لو شهد عند الحاکم، وسمع رجل شهادته عند الحاکم، وظاهره العدالة، وجب علی السامع أن یصوم ولا یحتاج إلی حکم الحاکم". (الفتاوی الهندیة ج:۱ص:۱۳۹).

مگر فقہاء اسلامی مزاج اور اسلامی ماحول کے پیش نظر یہ لکھتے ہیں:

"إذا رأی الواحد العدل هلال رمضان، یلزمه أن یشهد بها فی لیلته، حرا کان أوعبداً ذکرا کان أو أنثی، حتی الجاریة المخدرة تخرج وتشهد بغیرإذن مولاها، والفاسق إذا رأی وحده یشهد؛ لأن القاضی ربما یقبل شهادته، لکن القاضی یرده، کذا فی الوجیزللکردی، هذا فی المصر، أما فی السواد، اذا رأی أحدهم هلال رمضان یشهد فی مسجد قریته، وعلی الناس أن یصوموا بقوله، بعد أن یکون عدلا، إذا لم یکن هناك حاکم یشهد عنده، کذا فی المحیط". (الفتاوی الهندیة، ج:۱ص:۱۳۹).

اس میں علی الناس أن یصوموا الخ...... اس طرف مشعر ہے کہ، الناس کی اطلاع کے لئے مقامی طور پر کچھ تو کرنا ہی پڑے گا، نیز یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اور لوگوں کی خبر مختلف النوع ہوتی ہے، اور عامی کے بس سے باہر ہے کہ وہ اس کے لئے حکم متعین کرے، یہ تو اہل علم ہی کریں گے۔

سوال نامہ کے نمبر دوم کی دفعہ (ج) کا کہ ریڈیو اسٹیشنوں پر خبروں کے مرتب کرنے والے اور نشر کرنے والے غیر مسلم بھی ہو سکتے ہیں، اور ہوتے ہیں، ایسی حالت میں

فقہ کے اس جزئیہ کا کیا ہوگا کہ کافر کی شہادت معتبر نہیں، جواب یہ ہے کہ ریڈیو اسٹیشنوں پر رویت ہلال کی خبروں کے مرتب کرنے والے، اور اس کو نشر کرنے والے غیر مسلم ہوں گے، تو ان کی ترتیب دادہ رویت ہلال کی خبر، اور ان کی یہ نشر کردہ رویت ہلال کی خبر قابل اعتنا نہیں ہوگی، اور اس پر صوم وافطار کی بنیا درکھنی صحیح امر نہ ہوگا۔

ہاں! اس صورت میں کہ ہندوستان کے مختلف ریڈیو اسٹیشنوں سے یہ اعلان ہو کہ، دہلی سے فلاں مفتی صاحب نے خبر بھیجی ہے، اور لکھنؤ کے فلاں مولانا صاحب نے اطلاع دی ہے، اور پٹنہ سے فلاں قاضی صاحب نے خبر دی ہے کہ چاند دیکھا گیا، اور شرعی طور پر اس کا ثبوت ہوگیا ہے، تو شرعاً یہ اعلان قابل قبول ہوگا، اور اس پر صوم وافطار کا حکم دیا جائے گا، اگر غلبہ ظن کا موجب ہو۔

اس کی دفعہ (د) کا کہ اگر ریڈیو اسٹیشن مثلاً: دہلی سے اس طرح خبر نشر ہو کہ، یہاں دہلی شہر میں رویت ہلال کمیٹی کی طرف سے، یہ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ اعلان ہو رہا ہے کہ چاند دیکھا گیا، کل عید کی نماز ہوگی، تو ریڈیو کی یہ خبر باعث وجوب صوم وافطار ہوگی یا نہیں؟ جواب یہ ہے کہ اس طرح کی نشر کردہ خبر کا بھی اعتبار شرعاً صحیح ہوگا، شامی میں ہے:

”والظاهر أنه يلزم أهل القرى الصوم بسماع المدافع، أور رؤية القناديل فى المصر، لأنه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن ، وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به الخ“... (رد المحتار ج:٢ ص:١٤٦).

وجہ یہ ہے کہ دین کے ذمہ دار اشخاص، اور ذمہ دار کمیٹی کی جانب سے اعلان، اس حسن ظن کو مستلزم ہے کہ شرعی طور پر توثیق وثبوت کے بعد ان کی جانب سے یہ اعلان کردیا گیا ہے، اور یہ غلبہ ظن کا باعث ہے، جو شرعاً موجب عمل ہے، اور ریڈیو کے ذریعہ اس طرح کی خبر کا سماع، سماع مدافع سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

اس کی دفعہ (د) کا یہ آخری حصہ کا کہ اگر مختلف ریڈیو اسٹیشنوں سے خبر اس طرح نشر ہو کہ، مدارس، ممبئی، حیدرآباد، پٹنہ میں چاند دیکھا گیا، تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ چونکہ یہ حکایت محض ہے، جس کو کسی طرح کی توثیق سے کوئی تعلق نہیں ہے: لہٰذا یہ خبر

موجب غلبہ ظن نہ ہوگا، اس لئے موجب عمل بھی نہ ہوگا۔ عالمگیری میں ہے:

”حتى لو شهد جماعة،أن أهل بلدة قد رأوا هلال رمضان قبلكم بيوم، فصاموا وهذا اليوم ثلاثون بحسابهم، ولم ير هولاء الهلال، لا يباح فطرغد، ولا يترك التراويح فى هذه الليلة، لأنه لم يشهدوا بالرؤية، ولا على شهادة غيرهم، وإنما حكوا رؤية غيرهم“. (الفتاوى الهندية ج:١ ص:١٩٧).

نمبر دوم کی دفعہ (ہ) کا حکم وہی ہے جو حکم دفعہ (د) کے پہلے حصہ کا ہے۔

سوال: (۳)

سوالنامہ کے نمبر سوم کا جواب یہ ہے کہ باب رویت ہلال، بلکہ جمیع ابواب دیانت میں اس خبر کا، جو اقرب الی الیقین ہو، یا مفید غلبہ ظن ہو، فقہاء اعتبار کرتے ہیں، اس لئے یہاں سب سے پہلے اس پر غور کرلینا چاہئے کہ، تار کی خبر سے غلبہ ظن حاصل ہونا ممکن ہے یا نہیں؟

میرا خیال ہے کہ تار کا معاملہ ایسا ہے کہ، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جھوٹا تار اس طرح دیا جاتا ہے کہ جس شخص کی طرف سے تار دیا جاتا ہے کہ اس کو خبر بھی نہیں ہوتی ہے، مثلاً: دو پارٹیوں کا مقابلہ ہے، دونوں اپنے حق میں کانفرنس کرتے ہیں، تاکہ عوام کو اپنا ہمنوا بنائیں، اس موقع پر مخالف اپنے فریق کی کانفرنس کو ناکام بنانے کے لئے، اس کانفرنس کے صدر اجلاس، اور اس کے مقررین اور مدعوین خصوصی کے نام اس کانفرنس کے ذمہ دار کی طرف سے جھوٹ یہ تار دے دیتے ہیں کہ کانفرنس ملتوی ہوگئی، آپ تشریف لانے کی زحمت گوارا نہ فرمائیں، انعقاد کانفرنس کی تاریخ سے پھر اطلاع دی جائے گی۔

مگر اس کے معنی یہ نہیں کہ خبر کے باب میں تار بالکل بے وزن چیز ہے، اور کسی طرح لائق اعتبار نہیں ہے، کیونکہ حکومت کے ذمہ دارانہ کام میں، تجارتی کاروبار میں اور دوسرے دنیاوی کاموں میں دن رات تار پر اعتماد کیا جاتا ہے اور دھوکا نہیں ہوتا ہے؛ اس لئے اگر کوئی نظم تار کے باب میں ایسا کیا جائے، جس سے مظنہ کذب کا شبہ دفع ہوجائے، اور خبر کی صحت کے لئے وہ نظم غلبہ ظن کے لئے مفید ہوجائے تو پھر تار پر اعتماد کرنا صحیح ہوگا، ورنہ درست نہ ہوگا۔

مثلاً کوئی ادارہ یہ نظم کرے کہ صوبہ میں اور صوبہ کے تمام اضلاع کی شاخوں میں، اوراس کے ماتحت ہرشہراور ہرقصبہ کے دفتر میں، پہلے کوئی ''رمز'' رویت ہلال کے بارے میں طے کردے، اور دفتر کے صرف ایک متورع، ثقہ ذمہ دارشخص کو، جوظاہرالغش نہ ہو، وہ ''رمز'' بتادے کہ رویت ہلال پر، ان الفاظ میں، اس نام پر، اس پتہ پر تار دینا، اور عدم رویت پران الفاظ میں تار دینا، اوراس مقررہ نظم پرخبر بذریعہ تار آئے، اوراس خبر کی پھرتار سے اسی طرح کی مقررہ نہج سے تصدیق کرلی جائے، یعنی تصدیق کے لئے یہ مقرر کردیا جائے کہ، فلاں لفظ تار میں استعمال کیا جائے، اس طرح طے شدہ ''رمز'' کے مطابق مختلف اضلاع، اور مختلف امصار، اور مختلف قصبات اور مختلف مرکزی دیہات سے تار آئیں، اور پھر طے شدہ طریقہ پر تصدیق بھی ہوجائے، تو بلاشبہ اس طرح کے کثیر تار، جو مختلف اضلاع مختلف امصار اور مقابل اطراف سے دو چار گھنٹے کے اندر ایک مضمون کے پہونچیں گے، مفید غلبہ ظن ہوجائیں گے، اور عام عقل بھی اس کو باور کرے گی کہ اس میں شائبہ کذب کا خطرہ نہیں ہے۔

چنانچہ اس صورت میں کہ ہر چہار طرف سے تار بکثرت پہنچ جائیں، اور شبہ قوی باقی نہ رہے اور مفید ظن ہو، تو حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی یہ ہے کہ اس پر عمل ہوسکتا ہے اور حکم عام بھی دیا جاسکتا ہے۔ ان کے فتوے کے الفاظ یہ ہیں:

باقی شہادت خطوط، یا تار برقی، پس ہر چند کہ فقہاء ایسے مقامات میں الخط یشبہ الخط لکھتے ہیں، لیکن ایسی صورت میں کہ ظن ہوجائے، اور شبہ قوی باقی نہ رہے، اور خبر تار یا خط بدرجہ کثرت پہنچ جائے، اس پر عمل ہوسکتا ہے، اور بحسب انتفاع نظام زمانہ حال اس پر حکم عام بھی دے سکتے ہیں۔ (فتاوی مولانا عبدالحی ج:ا ص:۱۲۸)۔

حاصل یہ ہے کہ حسب مفرع صدر، مختلف اطراف کے بکثرت تار سے، قاضی شریعت کو ظن غالب ہوجائے، تو پھر شرعاً اس کو یہ حق حاصل ہوگا کہ ثبوت رویت کا حکم دے، اور اس کا اعلان کرے، اور جب قاضی شرع کا اس طرح کا اعلان ہوگا، تو اس پر شرعاً عمل واجب ہو جائے گا، اور لوگوں کیلئے اس طرح کے اعلان کا سماع ''سماع مدافع'' کے قائم مقام ہوگا، اور سماع مدافع کو رویت ہلال کے سلسلہ میں فقہاء نے اعتبار کیا ہے۔

اسی طرح مختلف دیار و امصار، اور اضلاع وقصبات کے ٹیلیفونوں سے، قاضی شرع کو رویت ہلال کا ظن غالب ہوجائے، تو وہ اپنے غلبہ ظن پر ثبوت رویت ہلال کا حکم دے گا، اور اس کے اس طرح کے اعلان کے بعد، اس پر عمل کرنا واجب ہوگا۔

یہ میرا خیال ہے، جو اس باب میں ہم اپنی دیانت سے لکھ رہے ہیں۔

وما أريد إلا الإصلاح ما استطعت، فإن أصبت فمن الله، وان أخطأت فمني ومن الشيطان.

پیغام میں توسط کفار، مأثور امر ہے، اور یہ واسطہ اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔ آنحضرت صلعم نے حدیبیہ میں زبانی پیغام قریش کو بدیل بن ورقاء کے توسط سے بھیجا تھا، قیصر روم کو تحریری پیغام حارث غسانی کے توسط سے بھیجا تھا، اور حضرت دحیہ کلبیؓ کو ارشاد ہوا تھا کہ تم مکتوب نبوت والیٔ مصر کو دے دینا، کسری کو والی بحرین کے توسط سے بھیجا تھا، اور حضرت عبداللہ بن حذیفہؓ کو حکم دیا گیا تھا کہ تم مکتوب نبوی کو والی بحرین کو دے دینا۔(۱)

سوال (۴)

سوالنامہ کے نمبر چہارم کے متعلق جواب یہ ہے کہ، ایسی صورت میں کہ اتحاد مطلع ہو، اور کسی جگہ رویت کا اہتمام ہو، اور شرعی ثبوت کے بعد رویت ہلال کے ثبوت وعدم ثبوت کا فیصلہ کیا جاتا ہو، اور پھر اس فیصلہ کے ریڈیو پر اعلان واعلام کا ذمہ دارانہ طریق پر نظم ہو، تو اگر یہ اعلان قاضی شریعت کی طرف سے ہو، تو ہر سننے والے مسلمان پر صوم وافطار، جس کا بھی حکم دیا گیا ہو، واجب ہوگا، اور اگر قاضی شریعت کی طرف سے نہیں ہو، بلکہ متورع عالم دین کی طرف سے ہو تو، اس پر بھی عمل جائز ہوگا، اور عالمگیری کی اس جزئیہ کی بنا پر ''سواد'' کے بارے میں پہلے گذر چکا ہے، اپنے یہاں کے متورع عالم دین کی طرف سے رجوع کرنا، اور حکم حاصل کرنا احوط ہوگا۔

اس کے خلاف صورت میں، جس کا ذکر سوالنامہ میں بایں الفاظ ہے:

اگر رویت کا اہتمام، اور شرعی طریقہ پر رویت کے ثبوت وعدم ثبوت کے فیصلہ کا

(۱) دیکھئے: (السیرۃ النبویۃ، ابوالحسن الندوی، ج۱ ص: ۳۹۰/۳۹۳/۴۹۴۔)

نظم ، یا اس فیصلہ کے ذمہ دارانہ طریقہ پر نشر کا نظم نہ ہو؛ بلکہ ریڈیو کے حضرات جس طرح مختلف خبریں حاصل کرتے ہیں، اسی طرح مقامی طریقہ پر چاند کے متعلق معلومات حاصل کرلیں، اور اسے ریڈیو پر اعلان کردیں، تو ریڈیو کے ایسے اعلان سے، مسلمانوں کے لئے صوم وافطار واجب ہوگا یا نہیں؟ اور کیا اس طرح کا اعلان اگر الگ ریڈیو اسٹیشن سے ہو، یا متعدد ریڈیو اسٹیشنوں سے، تو دونوں میں کچھ فرق پڑے گا یا حکم بدل جائے گا؟

جواب یہ ہے کہ ایسے اعلان پر مسلمانوں کے لئے صوم وافطار واجب نہیں ہوگا ، کیونکہ یہ صورت ، اس غلبہ ظن کو مانع ہے، جو موجب عمل ہوتا ہے، چاہے اس طرح کا اعلان ایک ریڈیو اسٹیشن سے ہو یا چند ریڈیو اسٹیشن سے ہو، کیونکہ ریڈیو کی یہ خبر حکایت محض ہے، اور حکایت محض رویت کے باب میں قابل اعتبار نہیں، جیسا کہ عالمگیری کا حوالہ اوپر گذر چکا ہے:

”حتی لو شهد جماعة أن أهل بلدة،قد رأوا هلال رمضان قبلكم بيوم فصاموا ،وهكذا اليوم ثلاثون بحسابهم ولم يرهؤلاء الهلال، لا يباح فطر غد،ولا يترك التراويح فى هذه الليلة؛ لأنهم لم يشهدوا بالرؤية، ولا على شهادة غيرهم، ولا حكوا رؤية غيرهم“.(الفتاوى الهندية ج:١ ص:١٩٧).

(ب) چاہے ایک اسٹیشن سے یہ اعلان ہو، یا ریڈیو کے مختلف اسٹیشنوں سے ہو۔

سوال (۵)

سوال نامہ کے نمبر پنجم کا جواب اوپر کے نمبروں کے جواب میں آگیا ہے، غور کرلیا جائے۔ فتدبروا یا أولی الالباب۔ واللہ تعالی الی الصواب۔

عبدالصمد رحمانی

از: مانڈر، وایا کھگڑیا، مونگیر (۱) بہار۔ (۱)

☆☆☆☆

(۱) اب یہ ضلع کھگڑیا ہو گیا ہے۔

جواب قاضی زین العابدین صاحب میرٹھیؒ ☆

۱۔

(الف) اختلاف مطالع عقلاً ونقلاً مسلم ہے، عقلاً تو ظاہر ہے کہ امریکہ اور ہندوستان میں دن اور رات کا فرق ہوتا ہے، نقلاً روایت کریب عن ابن عباس سے ثابت ہے، محققین فقہاء حنفیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ (۱)

في الزيلعي شرح الكنز، أكثر المشائخ على أنه لا يعتبر اختلاف المطالع، والأشبه أن يعتبر .(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ج:١ ص:٣١٧).

☆ قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی (۱۹۱۰ء-۱۹۹۱ء) ایک ممتاز اسلامی اسکالر، مؤرخ، ادیب، صحافی اور عظیم مصنف ومحقق تھے، ان کے قلم گہربار سے متعدد تصانیف منصۂ شہود پر آئیں، جن میں تاریخ ملت جو تین جلدوں پر مشتمل ہے، بہت معروف ہے، اس کے علاوہ بیان اللسان، قاموس القرآن، سیرت طیبہ، شہید کربلا اور عربی بول چال بھی آپ کی اہم تصنیفات ہیں، آپ کی پیدائش ۱۹۱۰ء میں میرٹھ میں ہوئی، ابتدائی تعلیم دارالعلوم میرٹھ اور مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ میں ہوئی، پھر دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور وہیں سے فراغت حاصل کی، علاوہ ازیں جامعہ ملیہ اسلامیہ سے گریجویشن کیا، قاضی صاحب ''ادبی دنیا'' کے ایڈیٹر بھی رہے، ''ندوۃ المصنفین'' سے بھی ایک عرصہ تک وابستہ رہے، اخیر میں جامعہ ملیہ اسلامیہ میں شعبۂ تاریخ کے پروفیسر مقرر ہوئے، پھر اسلامک اسٹڈیز کے سربراہ بنائے گئے، ندوۃ العلماء کی مجلس منتظمہ، علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ دینیات اور دارالعلوم دیوبند کی شوری کے تاحیات رکن رہے، مشہور زمانہ محدث علامہ انور شاہ کشمیری اور شیخ الاسلام حسین احمد مدنی کے خاص شاگرد تھے، ۱۹۵۷ء سے ۱۹۶۲ء کے درمیان ''الحرم'' میگزین کے ایڈیٹر رہے، ان کا انتقال ۱۹۹۱ء اتر پردیش کے معروف شہر میرٹھ میں ہوا۔

(۱) علامہ قرطبی حضرت ابن عباس کی روایت جس کے اخیر میں یہ الفاظ ہیں: ''هكذا أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم'' کے بارے میں فرماتے ہیں: ''يدل على أن هذا ليس من اجتهاده وانما هو امتثال لما أمربه النبى صلى الله عليه وسلم، ويكون هذا الحديث حجة فى عدم اعتبار رؤية البلدان المتباعدة، وأن لأهل كل بلدة رؤيتهم''۔ (القرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ج۲، ص:۲۹۵)۔

(ب) فقہاء کرام نے اختلاف مطالع میں مسافت شہر (ایک مہینہ کی مسافت) کا اعتبار کیا ہے:(۱)

وفی جامع الرموز، أقل ما یختلف بعد شھر. (فتاوی مولانا عبدالحی ج:۱ ص:۲۶۸)۔

مولانا موصوف نے مسافت شہر کی تحدید پانچ سو میل کے فاصلہ سے کی ہے۔

غالباً مسافت شہر کا تعین رویت ہلال ہی کی بنیاد پر کیا گیا ہے، مدینہ منورہ سے شام تک کا سفر اتنی ہی مدت میں اس زمانہ میں طے ہوتا تھا، واقعہ یہ ہے کہ اسلامی تقریبات میں یکسانیت (توافق تاریخ) پوری دنیا میں تو ناممکن ہے؛ مگر اس کی اہمیت کو نظر انداز کرنا بھی مناسب نہیں، اس سے جو افراتفری، بدنظمی اور انتشار پیدا ہوتا ہے، وہ یوم عید کو یوم فرق میں تبدیل کر دیتا ہے، ممکن ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے سامنے مسئلہ کا یہ پہلو بھی ہو، اور اس صورتحال کے تدارک کے لئے انہوں نے مدینہ اور دمشق کے درمیان کا فاصلہ کافی سمجھا ہو، مگر عصر حاضر میں جبکہ قطع مسافت کے لئے سریع ترین ذرائع پیدا ہوگئے ہیں، مقدار مسافت کا اختلاف مطالع کے لئے نئے سرے سے تعین ضروری ہے۔

بہرحال ہندوستان پاکستان، برما، نیپال، سیلون، افغانستان تک کے علاقوں کو، جو کسی نہ کسی زمانہ میں سلطنت ہند کا جزء رہ چکے ہیں، انہیں ایسا علاقہ قرار دیا جا سکتا ہے، جہاں کا مطلع ایک تسلیم کیا جائے۔

(ج) ہوائی جہاز پر بلند ہو کر اگر چاند دیکھا جائے، تو جب تک جہاز ایریا کے اندر ہے، محض بلند ہونے سے اختلاف مطالع تسلیم نہیں کیا جائے گا، اس کی نوعیت وہی ہوگی، جو دوربین سے چاند دیکھنے یا پہاڑ پر چاند دیکھنے کی ہے، بلند مقامات پر چاند دیکھنے کا

(۱) اس سلسلہ میں ائمہ مجتہدین کے دو اقوال ہیں: پہلا قول یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار ہوگا، لہذا ایک ملک کی رویت دوسرے ملک کے لئے لازم نہ ہوگی، اگرچہ دونوں کی مسافت میں سورج ڈوبنے اور نکلنے کے اوقات مختلف نہ ہوں، اس کے قائل جمہور شوافع، بعض حنابلہ اور بعض مالکیہ ہیں، احناف کا مفتی بہ قول یہی ہے۔ (دیکھئے: ابن قدامہ، المغنی ج۶ ص:۳۲۸)۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہوگا، یہ حنابلہ کا مفتی بہ قول ہے، نیز بعض احناف و مالکیہ کا بھی یہ قول ہے۔ (دیکھئے: ابن قدامہ، المغنی ج۴، ص:۳۲۸۔)

حکم تمام کتب فقہ میں موجود ہے کہ وہاں فرد واحد کی رویت کو جمع عظیم کی رویت کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے۔ قال صاحب الدرر:

”وصح فی الأقضیة، الاکتفاء بواحد، إن جاء من خارج البلد، أو کان علی مرتفع“۔ (دررالحکام ج:۱ ص:۱۹).

۲۔

(الف) ثبوت رویت ہلال کے لیے شہادت بجمیع شروطہا ضروری ہے یا نہیں، یہ امر سب سے پہلے قابل غور ہے، فقہاء حنفیہ نے بالعموم طریق موجب لثبوت الھلال کی تین صورتیں بیان کی ہیں:

(۱) کان یحمل اثنان الشھادۃ (۲) أو یشھد علی حکم القاضی (۳) أو یستفیض الخبر.

استفاضہ کی تفصیل یہ لکھی ہے:

”ومعنی الاستفاضۃ أن تأتی من تلک البلدۃ جماعات متعددون، کل منھم یخبر عن أھل تلک البلدۃ أنھم صاموا عن رؤیۃ، لا مجرد الشیوع من غیر علم عن إشاعۃ“۔ (رد المحتار علی الدرالمختار ج:۲ ص:۳۹۰).

اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ ثبوت ہلال رمضان وعید، دونوں کے لئے شہادت شرعیہ ضروری نہیں؛ بلکہ غلبہ ظن کافی ہے، اس کی تائید اس جزئیہ سے بھی ہوتی ہے جو کتب فقہ میں بھی مذکور ہے کہ سکان دیہات، شہر کے مناروں کی روشنی اور گولوں کی آواز سن کر بھی اپنے ہاں رمضان وعید کے ہونے کا حکم کر سکتے ہیں۔ بناء علیہ ریڈیو سے آنے والی خبر کو ہم خبر واعلان کی حیثیت دیں گے، اور ایسے شرائط کی پابندی کے ساتھ جن سے تا حد امکان، احتمال کذب مرتفع ہو جائے، اس کو طریق موجب اور ذریعہ ثبوت ہلال قرار دیں گے، ان شرائط کا تعلق بیشتر اس مقام سے ہی ہوگا جہاں سے خبر نشر کی جارہی ہے۔

(ب) بے شک ریڈیو اسٹیشنوں پر پروگرام چلانے والے ہندوستان وغیرہ ممالک میں غیر مسلم بھی ہوتے ہیں اور مسلم بھی، جب رویت کی خبریں متعدد اسٹیشنوں سے

نشر ہوں، تو مجموعی حیثیت سے بطور استفاضہ کے ان کا اعتبار کرنا چاہئے (۱)، غالبًا استفاضہ کے ثبوت کے لئے بھی فقہاء کرام نے یہ گنجائش رکھی ہے، اس لئے کہ جماعات متعدد ون کے ساتھ انہوں نے شرط اسلام نہیں لگائی، یہ شہادت نہیں کہ شرط اسلام ضروری ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے موقعہ پر مسلم اور عریض دو کافر غلاموں کی خبر کا اعتبار کیا تھا۔ (سیرۃ ابن ہشام ج:۲ص:۲۲۸ مطبوعہ البانی مصر)۔

حصص سوالات مذکورہ بالا میں، آپ نے ریڈیو کے اعلان کی جو صورتیں لکھی ہیں، ان سب کی حیثیت اپنی اپنی جگہ اخبار جماعۃ واحدۃ کی ہوگی، ہر ریڈیو اسٹیشن اپنی آواز کی حیثیت میں ایک جماعت کے حکم میں شمار ہوگا، متعدد ریڈیو اسٹیشن کی خبریں، اخبار جماعات متعددۃ کی حیثیت اختیار کرلیں گی، اور ان کی بناء پر استفاضہ کی نوعیت متحقق ہو جائے گی۔

(۳) تار کی کوئی حیثیت نہیں ہے، خط یا ٹیلیفوں کی اطلاع کو شہادت کا درجہ نہیں؛ بلکہ خبر ہی کی حیثیت حاصل ہوگی، اگر بہت سے خطوط یا ٹیلیفون ایک یا متعدد مقامات سے آئیں، تو غلبہ ظن کی بنیاد پر حکم رویت دیا جاسکتا ہے، "الخط یشبہ الخط"، اور "الصوت یشبہ الصوت" اپنی جگہ مسلم ہے، مگر کثرت تعداد اشتباہ کے لئے مانع ہے۔

(۴) احقر کی رائے میں "تنظیم رویت ہلال" کے لئے یہ صورت اختیار کی جائے۔

(۱) ہر ضلع کے مرکزی مقام پر علماء کرام کی ایک رویت ہلال کمیٹی ہو، علماء کے علاوہ چند ذمہ دار اور صاحب بصیرت اصحاب بھی اس میں شریک کرلیے جائیں، رویت ہلال کا فیصلہ صرف علماء کرام کی رائے سے اس کمیٹی میں ہوا کرے، یہ کمیٹی ضلع کے مختلف قصبات سے اپنا رابطہ قائم رکھے؛ تاکہ وہاں سے رویت کی شہادت بھی فوراً حاصل ہو جائے، اور کمیٹی کے فیصلوں پر بھی عمل درآمد کرایا جاسکے۔

(۲) صوبہ کے تمام مرکزی مقامات پر، جہاں ریڈیو اسٹیشن قائم ہیں، مرکزی

(۱) الاستفاضة لغةً: "يقال: استفاض الحديث والخبر مفاض بمعنى ذاع وانتشر، وفى الاصطلاح: عرفها ابن القيم بأنها الاشتهار الذى يتحدث الناس وفاض بينهم، قال ابن القيم: وهذا النوع من الأخبار يجوز استناد الشهادة إليه، ويجوز أن يعتمد الزوج عليه فى قذف امرأته ولعانها إذا استفاض فى الناس زناهما، ويجوز اعتماد الحاكم عليه۔ (الطرق الحکمیۃ ج۱ص:۱۷۰)

رویت ہلال کمیٹی قائم ہوں، ان کمیٹیوں کے ارکان، علاقہ کے ممتاز ارباب علم اور اصحاب بصیرت ہوں، ان مرکزی کمیٹیوں کا ربط ضلعی کمیٹیوں سے ہو، کسی مرکزی کمیٹی میں جب حسب قواعد شرعیہ رویت ہلال سے فیصلہ ہو جائے تو صدر کمیٹی (جسے امیر شریعت یا قاضی القضاۃ کی حیثیت حاصل ہوگی یا اس کا نمائندہ، جن کا عالم باعمل ہونا ضروری ہے) اس فیصلہ کا اعلان ذاتی طور پر ریڈیو اسٹیشن پر جا کر کرے۔

میرا خیال ہے کہ اس قسم کے اعلان کے لئے اگر مناسب ذرائع اختیار کئے جائیں، تو ریڈیو کے ارباب انتظام، مرکزی کمیٹی کے ذمہ داروں کو اجازت دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔

اس انتظام کا مکمل اعلان اخبارات کے ذریعہ سے طے کر دیا جائے، بلکہ ممکن ہو تو اعلان کنندگان کے اسماء گرامی کی بھی تشہیر کر دی جائے۔

اس انتظام کے بعد، ان ریڈیو کے اعلانات کی حیثیت، اعلان امیر، یا حکم قاضی کی ہوگی، صرف مقامی کمیٹیوں کے ذمہ دار، اپنے اپنے مقام پر رویت کا اعلان کردیں گے، ایسے اعلان پر مسلمانوں کے لئے صوم وافطار واجب ہوگا۔

اگر یہ نظم نہ ہو اور ریڈیو کے کارکن اپنے طور پر خبر نشر کریں، تو اس کی حیثیت وہی ہوگی جس کا ذکر اوپر دفعہ (۲) کے تحت کیا جا چکا ہے۔

(۵) عورت اور مرد کی خبر میں فرق نہ ہوگا، فرق شہادت میں ہے خبر میں نہیں (۱)، جیسا کہ روایت احادیث میں محدثین کرام نے اس فرق کا اعتبار نہیں کیا۔

زین العابدین

استاذ: اسلامیات جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، وقاضی شہر میرٹھ۔

☆☆☆☆

(۱) علامہ حصکفی لکھتے ہیں: القاضی ربما قبله ولو كان العدل قنا، أو أنثى أو محدودا فى القذف تاب، بين كيفية الرواية على المذهب وتقبل شهادة واحد على آخر كعبد وأنثى ولو على مثلها، ويجب على الجارية المخدّرة أن تخرج في ليلتها بلا إذن مولاها وتشهد كما في الحافظية۔ (الردمع الدر، ج۲،ص:۳۸۶)۔

جواب مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ☆

رویت ہلال کا مسئلہ وقت کے اہم ترین مسائل میں سے ہے، مولانا منت اللہ رحمانی کے ہم سب زیر منت ہیں کہ انہوں نے اس پر تفصیل سے توجہ فرمائی، اور سوالات سیر حاصل قائم کر دیئے۔

جوابات بہ قدر اپنی بضاعت کے حسب ذیل حاضر ہیں:

☆ مفسر قرآن، اردو ادیب وصحافی مولانا عبدالماجد دریابادی کی پیدائش ۱۶/مارچ ۱۸۹۲ء دریاباد ضلع بارہ بنکی (اتر پردیش) میں ہوئی، انہوں نے انگریزی اور اردو زبانوں میں قرآن کریم کی بے مثال تفسیریں لکھیں، مولانا ایک ہشت پہل شخصیت کے حامل تھے، انہوں نے تراجم، فلسفہ، نفسیات، منطق، سیرت وسوانح، ادب، سیاحت، تاریخ، قرآنیات، اسلامیات، صحافت اور اصلاح معاشرہ جیسے موضوعات پر متعدد مضامین اور کتابیں تحریر کیں، وہ ایک باکمال اور توفیق یافتہ اہل قلم تھے، ان کو رب کریم نے علم کی دولت، قلم کی امانت اور وقت کی قدر کرنے جیسی نعمتوں سے مالا مال کیا تھا، مولانا کے اسلوب میں رقت سامانی، حزن آفرینی کے عناصر خصوصی اہمیت کے حامل ہیں، ان کی تحریر میں شگفتگی، رعنائی اور سلاست پائی جاتی ہے، موضوع جیسا بھی ہو وہ اپنے قلم کی جولانی، خیال کی رعنائی اور طرز ادا کی دلآویزی کو روکتے نہیں تھے، ان کی نثر کا ہر پہلو اپنے اندر بے پایاں دلکشی رکھتا ہے۔

مولانا عبدالماجد دریابادی ایک زندہ، متحرک، روشن ضمیر، چشم کشا، حقیقت شناس اور آفاق بیں عالم کی طرح اپنے گرد وپیش سے پوری طرح باخبر رہتے تھے، ان کی طبیعت میں ہمہ گیری، خودداری، خوداعتمادی، صاف گوئی، بے باکی، حق شناسی، اسلام اور اسلامی تہذیب، تمدن وثقافت سے اٹوٹ محبت، وقت کی پابندی، مغربی تہذیب وتمدن، اور لادینی وغیر اسلامی کلچر سے نفرت پوری طرح رچی بسی ہوئی تھی، ان خصوصیات کا اثر ان کے قلم صدق رقم سے جھلکتا ہی نہیں چھلکتا بھی تھا، ان کا انتقال ۶/جنوری ۱۹۷۷ء خاتون منزل لکھنؤ میں ہوا، اور تدفین آبائی قبرستان دریاباد میں ہوئی۔

(۱) الف۔ اختلاف مطالع میں پہلے جو کچھ قیل وقال رہی ہو، اب بیسویں صدی کے وسط میں کہنا چاہئے کہ اختلاف مطالع ایک بدیہی مسئلہ ہے، ایسا واضح ومسلم، جیسے حرکت ارض وکرویت ارض۔

(ب) دنیا کی سیاسی تقسیم سے دین کا مطلق تعلق نہیں، اختلاف مطالع کا تو دار ومدار تمام تر جغرافیائی مسافت پر ہے، صحیح اور متعین جواب کے لئے تو کسی ماہر سائنس ہی سے رجوع فرمایا جائے، موٹے اندازہ اور تخمینہ کے طور پر یہ عرض ہے کہ، مغرب سے مشرق کی طرف جوں جوں بڑھئے، ہر ۲۰ میل پر ایک منٹ کی تقدیم، طلوع وغروب میں ہوتی جائے گی، یہاں تک کہ دوسو میل کے فاصلہ پر افق بالکل بدل جائے گا، ایک مقام کی رویت دوسرے مقام کے لئے حجت نہ رہ جائے گی، اور چار پانچ سو میل دور سے خبر آجانے کے کوئی معنی ہی نہ رہیں گے۔

(ج) جی نہیں، حجت ہم پر سطح زمین ہی کی رویت ہے، ورنہ اگر ہوائی جہاز؛ بلکہ فلائی جہاز سے دیکھنے کی بدعت چل پڑی، تو ظاہر ہے کہ فضا، یا خلا میں چاند کا وجود کہیں نہ کہیں تو مل ہی جائے گا۔

(۲) الف، ریڈیو ایک ذمہ دار سرکاری محکمہ ہے، اس کی دی ہوئی خبر کو معتبر ہونا چاہئے، تاہم قرین احتیاط یہ ہے کہ خبر دینے والا کوئی محکمہ کا محض ملازم نہ ہو، بلکہ اس مقام کا کوئی ذمہ دار عالم، یا امام مسجد ہو، اس کا اعلان، استفاضہ خبر کے حکم میں داخل ہوگا، خبر ظاہر ہے کہ وہیں کی ہونی چاہئے، جہاں افق، ہمارے افق کے مطابق ہو۔

(ب) خبر سنتے ہی عوام کا اس پر عمل کرنے لگنا درست نہ ہوگا، بلکہ اس خبر کو مقامی ذمہ دار علماء کے سامنے پیش کرنا لازم ہوگا۔

(ج) اگر خبر میں کسی ذمہ دار ومعروف عالم ومفتی کا حوالہ موجود ہو، تو خبر کو خبر کی حد تک مستند ہی سمجھنا چاہئے۔

(د) و (ہ) ان صورتوں میں نفس خبر کو تو مان لینا چاہئے، باقی اپنے ہاں عمل کے لئے توافق مطلع لازمی شرط ہے۔

۳۔ تار اور ٹیلیفون کے ذریعہ یہ خبر آنے پر مخبر کی شخصیت کو دیکھا جائے گا، اگر معتبر ہے تو اس کی خبر پر بھی یقین کرلیا جائے گا۔

۴۔ اگر ایسا نظم، دیندار، ذمہ دار مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے، تو بے اعتباری کی کوئی وجہ نہیں۔

۵۔ عورت تو صرف خبر کی نشر کرنے والی ہوگی، نہ کہ رویت کی شہادت دینے والی، اس لئے کوئی خاص کمزوری تو اس اعتبار سے لازم نہیں آتی۔

فقط والسلام

عبدالماجد

☆☆☆☆

جواب مفتی نظام الدین صاحبؒ☆، مفتی دارالعلوم دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق

یہ تو صحیح ہے کہ ریڈیو کی خبر یا اعلان شہادت نہیں، لیکن مطلقاً ہر حال میں بالکل ناقابل عمل وناقابل التفات قرار دینا بھی صحیح نہیں ہے، اسی طرح یہ بھی صحیح نہیں کہ ریڈیو پر آنے والی ہر خبر وہر اعلان بالکلیہ صحیح ودرست ہو، کہ پھر تحقیق وتفتیش کی بھی ضرورت نہ ہو اور

☆ حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی (۱۹۱۰ء–۲۰۰۰ء) ممتاز فقیہ اور صاحب افتاء تھے، آپ کے قلم سے کئی کتابیں منصۂ شہود پر آئیں، تحقیق واستخراج میں خصوصی ملکہ رکھتے تھے، پیدائش ضلع اعظم گڈھ کے موضع اندرا میں ۱۹۱۰ء میں ہوئی، ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں ہوئی، پھر مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور اعظم گڈھ میں ہوئی، فراغت دارالعلوم دیوبند سے حاصل کی، اس کے بعد اعظم گڈھ اور گورکھپور میں تدریسی خدمت انجام دی، پھر حضرت شاہ وصی اللہ الہ آبادی کے حکم پر دارالعلوم مئو میں مدرس اور مفتی کے منصب پر فائز ہوئے، اور پچیس سال تک افتاء اور تدریس کا سلسلہ جاری رکھا، ۱۹۶۵ء میں دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کو زینت بخشی اور اخیر عمر تک اس منصب پر فائز رہے، افتاء کے ساتھ تدریب افتاء کے طلبہ کو بھی خوب فیض یاب کیا، فتوی نویسی میں خاصہ ملکہ تھا، تفصیلی اور تحقیقی جوابات لکھتے، بالخصوص جدید مسائل پر آپ کی نظر مجتہدانہ تھی، حضرت شاہ وصی اللہ سے بیعت وخلافت کا شرف حاصل تھا، آپ کے منتخب فتاوی نظام الفتاوی کے نام سے چار جلدوں میں آپ کے ممتاز شاگرد اور فقیہ قاضی مجاہد الاسلام کے حاشیہ اور تحقیق سے شائع ہوئے، اس کے علاوہ آپ کی علمی یادگار شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب فتح المنان فی اِثبات مذہب النعمان کی تحقیق وطباعت ہے، آپ نے اس کتاب کو نہایت عرق ریزی کے ساتھ ایڈٹ کر کے تین جلدوں میں شائع کیا، احادیث کا یہ معتبر ذخیرہ اور نادر مجموعہ حضرت مفتی صاحب کی کوششوں سے منظر عام پر آسکا۔

۲۰/ذی قعدہ ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۶/فروری ۲۰۰۰ء کی شب ۹۰ سال کی عمر میں انتقال کیا اور مزار قاسمی دیوبند میں سپرد خاک ہوئے۔

اس پر عمل علی الاعلان واجب ہوجائے ، بلکہ اس میں کچھ تفصیل ہے ، کچھ قیود وشرائط ہیں ، ان کے ساتھ ریڈیو کی خبر واعلان معتبر وقابل عمل ہوسکتا ہے، ان شرائط وقیود کے بغیر غیر معتبر وناقابل توجہ وعمل رہے گا۔

ان تفصیلات وقیودات کی اجمالی نشاندہی ذیل میں نمبروار کی جائے گی، امید ہے کہ اس سے مذکورہ جملہ شقوق کا جواب، وجملہ شکوک کا ازالہ بھی پیدا ہوجائے گا۔

ان ذیلی عنوانات کے عرض کرنے سے پیشتر، چند ضمنی چیزیں بطور تمہید ومقدمہ پیش کی جاتی ہیں، جو نفس مسئلہ کے حل کرنے میں معین ونافع ہوسکیں گی، پہلے ان کا بغور مطالعہ کیا جائے۔

(۱) ثبوت رویت ہلال میں اختلاف مطالع کا اعتبار، محققین احناف کے نزدیک نہیں، بلکہ طرق موجبہ سے جو ثبوت رویت گا، وہ معتبر ہوگا، خواہ دنیا کے کسی حصہ، گوشہ سے آئے، اور کسی طرح بھی آئے، صرف شرط اتنی ہے کہ نصوص صریحہ یا متون شرعیہ صریحہ کے خلاف نہ ہو، اور مقصد شرع سے متجاوز نہ ہو، اس لئے کہ طرق موجبہ، خود نصوص نہیں کہ نص کا معارضہ یا مقابلہ کرسکیں؛ بلکہ نصوص سے متاخر اور ثانوی درجہ میں ہیں۔

مثلاً نصوص میں وارد ہے:

(۱) صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته ،فإن غم عليكم فأكملوا عدة شعبان ثلثين. (متفق عليه)(۱)، (۲) إنا أمة أمية، لا نكتب ولا نحسب، الشهر هكذا و هكذا، وعقد الإبهام فى الثالثة، ثم قال :الشهر هكذا وهكذا ؛ يعنى تمام الثلثين؛ يعنى مرة تسعا و عشرين ومرة ثلثين متفق عليه(۲)، (۳) عن

(۱) بخاری، باب قول النبى صلى الله عليه وسلم إذا رأيتم الهلال فصوموا ،حدیث نمبر:۱۹۰۷، ومسلم، باب وجوب صوم رمضان لرؤية هلال ،حدیث نمبر:۱۰۸۰، والمؤطا، باب ماجاء فى رؤية الهلال ، حدیث نمبر:۲۹۹۔

(۲) بخاری، باب قول النبى صلى الله عليه وسلم لانكتب ولا نحسب ،حدیث نمبر۱۹۱۳، مسلم، باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال، حدیث نمبر:۱۰۸۰۔

ابن عباس قال: جاء أعرابى إلى النبى صلى الله عليه وسلم ،فقال :إنى رأيت الهلال؛ يعنى هلال رمضان ، فقال أتشهد أن لا إله إلا الله، قال نعم، قال أتشهد أن محمدا رسول الله، قال نعم، قال يا بلال :أذن فى الناس أن يصوموا غدا (۱).

(رواه ابوداود، والترمذى والنسائى ،وابن ماجه، والدارمى. (مشكوة شريف) وغير ذلك من النصوص الواردة فى هذا الباب، و تفاصيلها وتخريجاتها فى الكتب الفقهيية المعتبرة مصرحة ومشرحة ،مثلا؛ (الف) واختلاف المطالع، ورؤيته نهاراً قبل الزوال، غير معتبر على ظاهر المذهب، وعليه أكثر المشايخ، وعليه الفتوى.(بحر عن الخلاصة) فيلزم أهل المشرق برؤية أهل المغرب، إذا ثبت عندهم رؤية أولئك بطريق موجب.(الرد مع الدر ج:۲ ص:۳۹۴) (ب)وتحته فى الشامى (ج:۲ ص:۳۹۲) قوله: بطريق موجب ، كان يتحمل اثنان الشهادة، أو يشهد اعلى حكم القاضى، أو يستفيض الخبر، بخلاف ما إذا أخبر أن أهل بلدة كذا رأوه؛ لأنه حكاية .

(ج) فى الشامى (ج:۲ ص:۳۹۲)(تحت مطلب فى رؤيته نهاراً) بحث طويل نفيس، حاصله: أن الشهر لا ينقص من تسعة و عشرين يوما ،ولا تزيد على الثلثين، حتى إذا لزم شئى من هذين المحظورين،لا يفيد الشهادة الموجبةأيضا، لكونها خلافا للنصوص الصريحة، كما أشار إليه بقوله: لأن الشهر لا يزيد على الثلثين، فلم يفد هذه الرؤية شيئا، وبقوله لأن رؤيته يوم التاسع والعشرين، لم يقل أحد فيها إنه للماضية، لئلا يلزم أن يكون الشهر ثمانية وعشرين، (د)أيضا فيه (ج:۲ ص:۳۸۷)(تحت مطلب لا عبرة بقول المؤقتين فى الصوم) بل فى المعراج، لا يعتبر قولهم بالإجماع، ويجوزلمنجم

(۱) بیہقی، باب الشهادة على رؤية هلال رمضان، حدیث نمبر۷۹۷۳، المستدرک علی الصحیحین، کتاب الصوم، حدیث نمبر:۱۵۴۳، ابوداود، باب فى شهادة الواحد على رؤية هلال رمضان، حدیث نمبر: ۲۳۴۰۔

أن يعمل بحساب نفسه، وفى النهر: فلا يلزم بقول المؤقتين أنه أى الهلال يكون فى السماء ليلة كذا، وإن كانوا عدولا فى الصحيح، كما فى الإيضاح .(الرد مع الدر ج:٢ص:٣٨٧).

(٥)وأيضا فيه(ج٢ ص:٣٨٧)(تحت مطلب ما قاله السبكى من أن الاعتماد على قول الحساب مردود) (فى ضمن سوال و جوب) فأجاب ....بأن المعمول به فى المسائل الثلاث، ما شهدت به البينة؛ لأن الشهادة نزلتها الشارع منزله اليقين، وما قاله السبكى مردود، رده عليه جماعة من المتأخرين،إلى قوله: ووجه ما قلناه، أن الشارع لم يعتمد الحساب، بل ألغاه بالكلية، بقوله: بحساب أمة أمية لا نكتب ولا نحسب الخ ...(الرد مع الدر ج:٢ص:٣٨٧).

٢۔ان نصوص وفقہی عبارات سے چند امور ظاہر ہوتے ہیں، مثلاً: یہ کہ مہینے ٢٩ر دن یا ٣٠ر دن میں دائر ہوں گے اس سے کم یا بیش نہ ہوں گے، اور مثلاً یہ کہ دین اسلام عالمگیر مذہب ہے، یہ اصول سادہ وضع کرتا ہے، اور انہی سادگیوں پر یہ بنیاد رکھتا ہے، تا کہ سب یکساں عمل کرسکیں، یہ عالم، جاہل، متمدن، بدوی، بادشاہ، رعایا، حکماء، فلاسفہ، غرض سب کو یکساں مخاطب قرار دیتا ہے، إن الدين عند الله الإسلام ، الآية..(آل عمران:١٩). و من يبتغ غير الإسلام دينا فلن يقبل منه ،الآية..(آل عمران:٨٥).

بلکہ روایات میں غور کرنے پر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دین کی بنیاد ہی سادگی اور فطرت اصلیہ پر ہے، اور جس طرح علوم ہندسیہ وریاضیہ وغیرہ کی کشاکش سے مبرا ہے، اسی طرح تکلفات وتدقیقات سائنسیہ سے بھی معرا ومنزہ ہے، لہٰذا نہ خود رویت کے تلاش کی ضرورت ہے، نہ پرواز درفضا کی حاجت؛ بلکہ اگر ان نصوص صحیحہ ومتون شرعیہ صریحہ میں غور کیا جائے ،تو یہ امر بالکل واضح طور پر نمایاں ہو جائے گا کہ، یہ تکلفات وتدقیقات غیر مطلوب ہی نہیں، بلکہ غیر مستحسن بھی ہیں، بلکہ بعض اوقات مضر وغیر معتبر بھی ہوں گی، اسی

طرح اگر کبھی بغیر تدقیق وتشقیق، وبغیر اہتمام والتزام کے کوئی حکم ان سے مل جائے، تو معتبر ومقبول بھی ہوگا۔

کما حققه الاستاذ المحقق المفتی محمد شفیع الدیوبندی مدظله العالی ایضا فی رسالته (آلات جدیدہ کے شرعی احکام ص:١٨٣ فتاوی دار العلوم دیوبند قدیم ج٢)۔

٤۔خلاصہ یہ ہے کہ ثبوت ہلال کا اصل مدار یا تو خود رویت پر ہے یا شہادت پر، کما مر آنفا، شہادۃ میں قاضی شرعی ومجلس قضاء وغیرہ شرط ہے، اور بسا اوقات اس کا فقدان ہوتا ہے، ایسے مواقع میں عادل مسلمان کی خبر بھی بتفاصیلہ وشرائطہ، جب اس طرح پر ہو کہ اس سے ثبوت کا ظن غالب حاصل ہوجائے تو کافی ہو جاتی ہے:

كما في التنوير: لو كانوا ببلدة لاحاكم فيها، صاموا بقول ثقة وأفطروا بإخبار ه للضرورة، (وتحت قوله ببلدة فى الشامى ج:٢ص:٣٨٦) أو قرية، قال فى السراج :ولو تفرد واحد برويته فى قرية، ليس فيها وال ولم يأت مصرا ، يشهد وهو ثقة، يصومون بقوله ، و الظاهر أنه يلزم أهل القرى الصوم بسماع المدافع أورؤية القناديل من المصر؛ لأنه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن، و غلبة الظن حجة موجبة للعمل.(الرد مع الدر ج:٢ص:٣٨٦).

اور یہ رویت کا ادنی درجہ ہے، اور مخبر کا مسلمان عادل ہونا، اس بات پر موقوف ہے کہ خبر دہندہ کی پوری پوری شناخت وتعیین ہو، نیز اسکے دین، حالات وعادات کا بھی صحیح علم ہو، کہ آیا یہ ثقہ وعادل ہے یا نہیں، ٹیلیگراف اور وائرلیس میں یہ امور غیر ممکن نہیں، تو دشوار ضرور ہیں، کچھ خبر نہیں ہوتی کہ خبر دینے والا کون ہے اور کیسا ہے، اس لئے ان کی خبریں اس باب میں غیر معتبر ومفید ہوں گی۔

یہ ہوسکتا ہے کہ کسی خاص موقعہ پر ان سے قوت تائید کا فائدہ ہوجائے، مگر مدار ثبوت کا ان پر نہیں ہوسکتا۔

٥۔ٹیلیفون میں اگر چہ اتنی جہالت واتنا ابہام تو نہیں ہوتا، جتنا وائرلیس و ٹیلیگراف میں ہوتا ہے، لیکن اس میں بھی اتنی بات ضروری ہوتی ہے کہ، آواز کی پوری

شناخت عام طور سے نہیں ہوتی، بالخصوص جب دور دراز مسافت سے آرہی ہو، اگر ہوتی بھی ہے تو بہت کم اور بڑی دشواری سے، حتی کہ محققین فقہاء نے اس کا درجہ خطرہ سے بھی کمتر شمار فرمایا ہے، كما حققه الاستاذ الموصوف بالبسط والتفصيل فی رسالته (كشف الظنون عن حكم الخط والتلفون)۔

اس لئے اس پر بھی عام طور سے مدار حکم نہیں رکھ سکتے، البتہ بعض خاص صورتوں میں اس کا اعتبار کر سکتے ہیں، جس کی تعیین وتشریح بعد میں اپنے موقع پر عرض ہوگی۔

۶۔البتہ ریڈیو، اس کی شناخت کے اسباب وذرائع خط کے اعتبار سے زیادہ واضح اور صاف ہوتے ہیں، جن میں چند قیود وشرائط کا لحاظ کر لیا جائے، تو صحت کا ظن غالب بسہولت حاصل ہو سکتا ہے، جن کی تفصیل وتشریح ہم بقدر ضرورت اخیر میں مستقلاً کریں گے۔

۷۔اس سلسلہ کی ایک چیز (اخبارات، واشتہارات وجرائد وغیرہ کی اطلاعیں و خبریں) بھی ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ، اس پر بھی تتمیما للفائدۃ کچھ مختصراً کلام کر لیا جائے، خط جو مرسوم ومعنون ہوتا ہے، جس کے کاتب ومرسل کی تعیین ہوتی ہے، اس کے باوجود محض الخط یشبہ الخط کے احتمال کی وجہ سے لائق مدار حکم نہیں، تو پھر مضامین، اخبارات واشتہارات وغیرہ، جو ان اسباب واعتبارات سے اکثر عاری وخالی ہوتے ہیں، اور طرح طرح کے اشتہارات واحتمالات پر عموماً مشتمل ہوتے ہیں، کیوں کر لائق مدار حکم ہو سکیں گے، اور اسی بناء پر علماء محققین نے اثبات رویت میں اخبارات واشتہارات، یا ان جیسی چیزوں کا عموماً وعلی الاطلاق اعتبار نہیں فرمایا ہے، کما لا یخفی۔

۸۔اسی طرح یہ بھی واضح رہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہ ہونے کا یہ مفہوم نہیں کہ فقہاء نے اس کا وجود ہی سرے سے تسلیم نہ کیا ہو، یہ مفہوم غلط ہے، اختلاف مطالع کا وجود وتحقق تو بدیہی ومشاہد ہے، مثلاً؛ کلکتہ کا جو طلوع وغروب وظہیرہ وغیرہ ہے، وہ دلی چنئی وغیرہ کا نہیں، اور بعض فقہاء نے خود بھی بہت سے احکام ومسائل، اختلاف مطالع پر اوقات صلوۃ وغیرہ میں متفرع فرمائے ہیں۔

(كما فی الشامی، ج:۲ ص:۳۹۳) اعلم أن نفس اختلاف المطالع

لا نزاع فيه، بمعنى أنه قد يكون بين البلدتين بعد (إلى قوله)، وإنما الخلاف فی اعتبار اختلاف المطالع، بمعنى أنه هل يجب على كل قوم اعتبار مطلعهم الخ.....(ثم قال بعد أسطر بقوله:) تنبيه! يفهم من خلافهم فی كتاب الحج، أن اختلاف المطالع فيه معتبر ...(إلى قوله) لأن اختلاف المطالع إنما يعتبر فی الصوم لتعلقه بمطلق الرؤية، وهذا بخلاف الأضحية، فالظاهر أنها كأوقات الصلوات، يلزم كل قوم العمل بما عندهم، فتجوز الأضحيةفی الثالث عشر، اليوم الثانی (بل الثا نی عشر كما قال المصحح)، وإن كان على ردودغيرهم، هو الرابع العشر (أی الثالث عشر) على قول المصحح.(الرد مع الدر ج:۲ ص:۳۹۳).

اور خود متعدد آیات قرآنیہ بھی اس پر دال ہیں، کما قال تعالیٰ: (الف) ''الذی جعل الشمس ضياء والقمر نورا وقدره منازل لتعلموا عددالسنين والحساب'' الآية. (یونس:۵) (ب) ''يسئلونك عن الأهلة، قل هی مواقيت للناس والحج'' الآية. (البقرة:۱۸۹) وغير ذلك.

بلکہ مقصد فقہاء صرف یہ ہے کہ رویت ہلال کے ثبوت کا مدار، اختلاف مطالع پر نہیں ہے، نص صریح مثلاً: صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته، میں، استناد ثبوت ہلال صراحۃ رویت پر ہونے کی وجہ سے، کما (فی الشامی، ج ۲ ص ۳۳۳) فقہاء ہی محض اس کے قائل نہیں ہیں، محققین ومفسرین بھی یہی فرماتے ہیں۔ کما فی الخازن والمدارک وغیرھا۔

۹۔علاوہ ازیں، اگر ثبوت رویت میں اختلاف مطالع کا اعتبار کر لیا جائے، تو باوجود ثبوت شرعی وصحت شہادت کے بھی، بسا اوقات افطار وصوم میں عمل دشوار ہو جائے گا، اور عجیب خربطہ عظیمہ میں امتداد ہو جائے گا، مثلاً دو عادل مسلمان کلکتہ سے خود چاند دیکھ کر بذریعہ ہوائی جہاز دلی یا بمبئی آکر، رویت صحیحہ واقعیہ کی شہادت شرعیہ صحیحہ دیں، جس پر حسب قاعدہ شرعی عمل کرنا واجب ہوگا، مگر اختلاف مطالع کے معتبر ہونے کی صورت میں، اس وقت یہاں دلی یا بمبئی کے مطالع میں چاند نہیں ہوگا، اور صلوۃ عید مثلاً؛ قبل از وقت ماہ

رمضان میں پڑھنی لازم آئے گی ، اور یہ خربطہ محض یہیں تک نہیں رہے گا ، بلکہ چونکہ علم فلکیات وہیئت کے مطابق علی اختلاف الاقوال، کم وبیش ہر چوبیس فرسخ پر بھی اختلاف مطلع کا تحقق اورنفس الامر ہوسکتا ہے،اور یہی خربطہ واقع ہوسکتا ہے۔ (كما يستفاد بتنبيه التاج للتبريزي) على أن اختلاف المطالع لا يمكن في أقل من أربعة وعشرين فرسخا. (كما في الشامي ج: ٢ ص٣٩٣) (١).

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی امداد الفتاوی میں فرماتے ہیں، جس کا حاصل یہی ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار خالی ازحرج نہ ہوگا۔ (امداد الفتاوی، ج:۲ص:۸۵۷)۔

اور متقدمین فقہاء نے بھی اس طرف اشارے فرمائے ہیں اور عدم اعتبار مطالع کو احوط وعین مطابق منشأ شارع علیہ السلام، سمجھا اور قرار دیا ہے۔

بہر حال اس وقت تصنیف رسالہ مقصود نہیں ہے ، بلکہ محض جواب استفتاء لکھنا مقصود ہے، اور وہ بھی بایں نظر کہ محض حضرات علماء کے سامنے پیش ہوگا ، اس لئے محض ضروری بحثوں کی طرف اشارات کرتے ہوئے کلام کو سمیٹا گیا ہے، اور حاصل کلام یہ ہے کہ اثبات رویت ہلال میں محققین احناف کے نزدیک، اختلاف مطالع کا قطعاً اعتبار نہیں (۲)؛ بلکہ اسبق رویت کا اعتبار ہے (حرج تحت بحث اختلاف المطالع) سارے عالم میں یہی رویت ہو جائے ، اور بطریق موجب وشرائط مذکورہ معہودہ ثابت ہوجائے، تو اثبات رویت کے لئے کافی ہے۔ (کمافی الشامی، ج:۲ص:۳۹۳) حجاز ومصر، یاکسی بھی ملک سے رویت کی اطلاعات جوموصول ہوتی ہیں، یا جو اطلاعات وبیانات بذریعہ اخبار یا ریڈیو وغیرہ آتے ہیں، وہ چونکہ ان حدود وقیود مذکورہ کے مطابق نہیں آتے ، اس لئے وہ حجت شرعیہ نہ ہوں گے۔

(۱) الفرسخ: اثنا عشر ألف ذراع، أو عشرة آلاف ذراع، والفرسخ في اصطلاح الفقهاء: ثلاثة أميال۔ (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۸ص:۳۲۱)۔

(۲) علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں: ”وإذا ثبت في مصر، لزم سائر الناس، فيلزم أهل المشرق برؤية أهل المغرب في ظاهر المذهب “ فتح القدیر، ج۲،ص:۲۴۳۔ علامہ شامی اس پر اضافہ فرماتے ہیں: ” وهو المعتمد عندنا“، (الرد مع الدر، ج۲،ص:۳۹۳)۔

اسی طرح سارے عالم میں، محض کسی مقام کو خصوصی طور سے مرکز قرار دے کر، تمام مقامات کی رویت کو اس کے تابع قرار دینا ، اور اسی میں حصر کر دینا ، یہ بھی غلط ہوگا ، منشأ شارع علیہ السلام ونصوص صحیحہ وصریحہ کے خلاف ہوگا ، بلکہ جس مقام پر ثبوت رویت ثابت ہو جائے ، اور جہاں تک بطریق موجب ثابت ہوجائے ، وہاں تک احکام متعلقہ جاری و نافذ ہو جائیں گے، اور مدار حکم اس پر ہوگا۔

اتنی گفتگو سے استفتاء کے ۱/ بغایت/۳ کا جواب مع جملہ شقوں (الف، ب، ج) سے واضح طور سے نکل آیا، مزید تفصیل بعد میں ریڈیو کے نمبروار جوابات سے بھی حاصل ہو جائے گی، اس طرح ۴، ۵ کا جواب بھی مفصل ومشرح طور سے انہی تفاصیل سے حاصل ہوجائے گا، ہر نمبر سوال کا جواب، الگ الگ نمبروار لکھنے کی اب حاجت نہیں ہے، البتہ اب خاص ریڈیو سے متعلق تفصیلات وقیودات معہودہ نمبروار اس طرح بیان کی جاتی ہیں، جو بطور اصول وقواعد کلیہ، ریڈیو کے احکام ومسائل بھی کہی جاسکتی ہیں۔

مسئلہ ۱۔ جہاں پر حکومت کی جانب سے قاعدہ شرعی کے مطابق، رویت ہلال کا ثبوت حاصل کر کے اعلان کرنے کا قانون وانتظام ہو، اور اس پر عمل رائج ومشہور ہو، تو وہاں پر مقامی طور سے پورے حدود مملکت کے اندر اندر عمل کرنے کے لئے ، مطلق اعلان بھی مثل طبل قاضی وصوت مدافع وغیرہ معتبر ہوگا، خواہ حکومت مسلمہ ہو یا کافرہ، اس پر عمل کرنا لازم ہوگا؛ لصحة تقلد القضاء من الكافر على قول البعض ، ولحصول غلبة الظن بهذا الطريق في هذه الصورة.

مسئلہ ۲۔ جہاں پر حکومت کی جانب سے ایسا انتظام نہ ہو، وہاں پر ایسا مسلمان حاکم جس کو حکومت کی جانب سے شرعی ثبوت حاصل کر کے اعلان کرنے کا اختیار ہو، اور وہ اعلان کرے، یا ہلال کمیٹی جس کے تمام افراد مسلمان باشرع ہوں ، یا مفتی شہر یا عالم مقتدا و متدین، یہ لوگ اعلان کریں کہ شرعی ثبوت حاصل کرنے کے بعد اعلان کیا جاتا ہے، اور قرائن شرعیہ سے صحت کا ظن غالب ہو، تو مقامی طور سے پورے حدود حکومت میں، یہ اعلان بھی مثل نمبر ۱ کے معتبر اور اس پر عمل کرنا درست ہوگا۔

مسئلہ۳۔ جہاں پر حکومت کی جانب سے کوئی شرعی انتظام نہ ہواور نہ صورت نمبر۲ ہی میں سے کوئی شکل ہو، جیسے ہمارے ملک کے اکثر دیہاتوں کا یہی حال ہے، کہ وہاں بھی مسلمان آباد ہیں، ان کو بھی روزے رکھنا اور شوال کی پہلی متعین ومعلوم کرنا ضروری ہے؛ کیونکہ یکم شوال کو روزہ رکھنا حرام ہے، اور چاند ہر جگہ یا ہمیشہ نظر آنا ضروری نہیں، اور ریڈیو بوجہ کثرت کے قریب قریب، گاؤں گاؤں رائج ہو چکا ہے، اگر ریڈیو سے خبر آجائے، اورآہی جاتی ہے، ایسے موقع پر کس طرح عمل کیا جائے؟ تو اس کا حکم یہ ہے کہ یہ خبر اگر اپنے ہی ملک کے کسی حصہ سے آئے؛ لیکن بایں الفاظ آئے کہ یہاں چاند ہوا ہے، یا فلاں شخص نے دیکھا ہے، یا بہت سے لوگوں نے دیکھا ہے، تو یہ بالکل معتبر نہیں، خواہ کتنی ہی تعداد میں ایسی خبریں کیوں نہ آئیں؛ لأنها حكاية محضة، لاخبر معتبر كما هو ظاهر.

اور ہمارے ملک میں آج کل ریڈیو کی اکثر خبریں ایسی ہی ہوتی ہیں، اور عوام بھی اکثر بلالحاظ شرائط وغیرہ، اس کو معتبر وقابل عمل قرار دے کر عمل کر بیٹھتے ہیں، اور انہی وجوہ کی بناء پر، بعض حضرات علماء نے ریڈیو وغیرہ کی خبروں کو مطلقاً غیر معتبر اور ناقابل عمل قرار دے دیا ہے، اور راجح ومحقق یہ ہے کہ اگر بایں الفاظ خبر نشر ہو کہ میں نے خود چاند دیکھا ہے، یا میرے سامنے فلاں حاکم شرعی نے، یا فلاں ہلال کمیٹی نے، جس کے افراد باشرع ہیں، یا فلاں مفتی شہر نے، یا فلاں عالم مقتدا ومتدین نے ثبوت شرعی حاصل کر کے، ثبوت رویت کا حکم یا فیصلہ دے دیا ہے، یا فلاں فلاں (کم از کم دو معتبر ومتعلق) شخصوں نے خود اپنا چاند دیکھنا مجھ سے بیان کیا ہے، یا فلاں (متعین شہر کا نام لے کر) شہر میں عام طور سے عید ہے؛ (لأن البلد لا يخلو عن حاكم شرعي عادة، ينفذ أحكامه فيستند هذا الخبر إلى موجب شرعي صحيح، وأقله أن يحصل به غلبة الظن الموجب للعمل، كما يحصل بسماع أصوات المدافع وبرؤية القناديل من المصر). (۱)

(۱) پوری عبارت شامی میں اس طرح ہے: و الظاهر أنه يلزم أهل القرى الصوم، بسماع المدافع أو رؤية القناديل من المصر؛ لأنه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن، وغلبة الظن حجة موجبة للعمل، كما صرحوا به. (الرد مع الدر ج:۲ ص:۳۸۶).

اور اگر وہ شہر مسلمانوں کا ہے اور وہ خبر دینے والا معلوم ومتعین شخص ہے، اور قرائن شرعیہ سے صحت کا ظن غالب ہے، تو مقامی طور پر وہ خبر بھی طرق موجبہ کے مطابق ہونے کی وجہ سے معتبر اور قابل عمل ہوگی، کما حققہ العلامۃ التھانوی نور اللہ مرقدہ فی رسالتہ: (زوال السنۃ عن اعمال السنۃ ص:۱۸و۱۹) وفی (امداد الفتاوی، ج:۲ص۲۷) مگر اس کے معتبر ہونے میں یہ تفصیل ہوگی کہ اس خاص آبادی کے آس پاس آبادی میں، جہاں جانا آنا زیادہ دشوار نہ ہو، اگر کوئی عالم متدین موجود ہو، جو اس قسم کے مسائل سے واقف ہو، اس کے سامنے ریڈیو سے خبر سننے والوں کو پیش کر کے بیان دلائیں، پھر حکم شرعی معلوم کر کے اس کے مطابق عمل کریں، عوام خود رائی وعجلت نہ کریں۔

مسئلہ۴۔ جو دیہات یا آبادی ایسی ہو کہ اس کے آس پاس کی آبادی میں بھی ویسا متدین اور ذی علم عالم موجود نہ ہو، یا موجود ہو مگر وہاں تک ریڈیو سے خبر سننے والوں کا جانا آنا دشوار ہو اور ان عالم صاحب کا آنا بھی دشوار ہو، تو وہاں مندرجہ ذیل طریقہ سے دیانت کو اور خدا کے سامنے جوابدہی کو سامنے رکھ کر، نفس پرستی کو ذرا بھی شریک نہ کر کے عمل کریں، تو درست ہوگا، اور نجات آخرت کے لئے ان شاء اللہ کافی ہوگا، البتہ دوسروں سے الجھنا یا زبردستی کرنا، دوسروں کو ماننے پر مجبور کرنا یہ ہرگز درست نہ ہوگا۔

اور وہ طریقے یہ ہیں:

اگر مطلع صاف ہونیکی حالت میں اس معتبر مضمون کی خبر آجائے، جو نمبر۳ کے آخر میں راجح ومحقق کہہ کے لکھی ہے، اور اتنی تعداد میں آجائے کہ عادۃً ان سب کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا متصور نہ ہو، یا متعذر ہو، تو عمل جائز ہے، صرف دو ایک خبر اس صورت میں عمل کے لئے کافی نہ ہوگی، خواہ ہلال عید کے ثبوت کا موقع ہو یا ہلال رمضان کا۔

ب۔ اگر مطلع صاف نہ ہو، اور موقع ہلال رمضان کے ثبوت کا ہو اور مضمون وہی ہو جو نمبر۳ کے اخیر میں راجح ومحقق کہہ کر لکھا ہے، تو ایک خبر بھی عمل کے لئے کافی ہو جائے گی۔

(ج) اگر مطلع صاف نہ ہو، اور موقع ہلال عید کے ثبوت کا ہو یا رمضان کے علاوہ کسی اور مہینہ کا ہو، مثلاً؛ شعبان یا بقرعید وغیرہ کا ہو، تو کم از کم ایسے معتبر مضمون کی خبر جس کو

راجح ومحقق لکھا ہے، دو کی تعداد میں آنا ضروری ہے، جومختلف مقامات سے کیف ماتفق آرہی ہوں۔

تنبیہ۴:۔کی الف سے ج تک کی وہ صورتیں ہیں، جس میں ٹیلیفون کے اعتبار کی گنجائش ہوسکتی ہے، بشرطیکہ ٹیلیفون کا مضمون وہی ہو جو نمبر۳ کے اخیر میں محقق وراجح کہہ کے لکھا ہے، اور موقع ہلال رمضان کا ہو، عید وغیرہ کسی دوسرے مہینہ کا نہ ہو۔

مسئلہ ۵: جب یہ خبریں یا اعلانات بیرون ملک سے آویں، اور اپنے یہاں مثل نمبر۱ کے انتظام ہو، تو اس انتظام کے تحت اعلان پرعمل کریں، خود عجلت نہ کریں، اور اگر مثل نمبر۱ کے انتظام نہ ہو مگر۳ کے مطابق انتظام ہو، تو اس کے مطابق عمل کریں خود رائی وعجلت نہ کریں، اور اگر نمبر۲ بھی متحقق وموجود نہ ہو تو نمبر۳ کی خبر اخیر کے مطابق عمل کریں، جس کو راجح ومحقق کہہ کر مابین الفاظ لکھا ہے، کہ میں نے خود چاند دیکھا ہے، یا میرے سامنے فلاں حاکم شرعی نے یا فلاں ہلال کمیٹی نے الخ۔

اوراگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو نمبر۴ کے مطابق عمل کریں۔

تنبیہ۱:۔ان تمام صورتوں میں عمل جائز ہونے کے لئے ضروری اور شرط یہ ہے کہ ان اعلانات یا خبروں پرعمل کرنے سے مہینہ (۳۰) دن یا (۲۹) دن کا ہونے کے بجائے (۲۸) دن یا (۳۱) دن کا نہ ہو رہا ہو، ورنہ کسی صورت میں بھی عمل کرنا قطعاً جائز نہ ہوگا، مثلاً رمضان کی (۲۸) ہی تاریخ کی شام کو اعلان یا خبر آجائے، خواہ ان الفاظ میں کیوں نہ آجائے جس کو راجح ومحقق کہہ کے لکھا ہے، چاہے مسئلہ (۱) کی حالت ہو یا (۲) کی یا (۳) یا (۴) کی، یا مثلاً شعبان کی (۳۰) کو بدلی تھی، چاند نظر نہ آنے کے باوجود اسی کے بعد والے دن فقہی قاعدے کے مطابق یکم رمضان قرار دے کر روزہ رکھ لیں، اور بعد دوپہر بذریعہ ریڈیو اعلان آگیا کہ میں نے آج دیکھا ہے، اور کل آئندہ رمضان کی پہلی ہے، تو اس اعلان یا خبر پرعمل نہ کریں گے، اور روزہ نہ توڑیں گے، بلکہ اسی دن کو جس میں روزہ رکھا ہے، رمضان کی پہلی ماننا ضروری ہے، ورنہ شعبان کا مہینہ (۳۱) دن کا ہونا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں، نص صریح کے خلاف ہے، کمافی التمہید۔

تنبیہ۲:۔خوب یاد رہے کہ اس قسم کے اعلانات وخبروں پرعمل کرنے میں، بڑی ہی احتیاط لازم ہے، حتی کہ اگر بعد میں دلیل شرعی سے بالیقین معلوم ہوجائے کہ اس اعلان یا خبر کی وجہ سے جس دن روزہ افطار کرلیا، روزہ نہیں رکھا، تو اس دن روزہ رکھنا چاہئے تھا، وہ دن رمضان ہی کا تھا، تو اس دن کی قضاء رکھنی ضروری ولازمی ہوگی، مثلاً؛ دلیل شرعی سے معلوم ہوجائے کہ (۲۹) رمضان کی بذریعہ ریڈیو رویت کی خبر غلط تھی، اس کے بعد والے دن یکم شوال نہ تھی، بلکہ (۳۰) رمضان تھی، جسے خود ہی ریڈیو نے بعد میں تردید کردی کہ وہ خبر غلط شائع ہوگئی ہے، تو اس کی قضاء رکھنی لازمی اور ضروری ہوگی۔

تنبیہ۳:۔شہر کے لوگوں کی طرح دیہات کے لوگوں کو بھی چاہئے کہ دو، دو چار چار لوگوں کا ایک حلقہ بنا کر اس میں ہلال کمیٹی بنالیں، جس میں ایک متدین عالم کو بھی جو مسائل متعلقہ سے واقف ہو، شریک کرلیں اور پھر حسب قاعدہ شرعی مذکورہ بالا کے تحت عمل کرلیں، اور اس کے بنانے میں حتی المقدور سعی وکوشش کریں، کچھ ایثار کریں، بہرحال جہاں یہ بھی ممکن نہ ہو، تو وہاں جو شہر یا قصبہ قریب ہو اور وہاں اسکا نظم ہو اس سے اپنے کو وابستہ کرلیں، اور اس کی ہدایات کے مطابق عمل کرلیا کریں۔

تنبیہ۴:۔سب سے عمدہ وبہتر صورت تو یہ ہے کہ حکومت کی جانب سے اعلان رویت ہلال کا انتظام باقاعدہ قانونی شکل میں کرالیا جائے، کم ازکم ہلال عید وبقرعید وشعبان ورمضان کا ہی نظم کرالیا جائے، اس لئے کہ خبر رسانی کے ذرائع، ووسائل کثیرہ آسان وعام ہوتے جارہے ہیں، جیسے ٹیلیگراف، ٹیلیفون، ریڈیو، لاسلکی وغیرہ، جن میں سے بعض تو گھر گھر نہیں، تو گاؤں گاؤں عنقریب ہوتے نظر آرہے ہیں، اگر اس طرف توجہ نہ کی گئی تو بعد میں عامۃ المسلمین بڑی الجھنوں میں مبتلا ہونے لگیں گے۔

اس انتظام کی ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ حکومت ایک متدین، ذی علم، مسائل واحکام رویت سے واقف مسلمان کو مقرر کرکے، اس کو قانوناً اختیار دے دے کہ وہ اپنے طور پر شرعی قاعدے سے رویت ہلال کا ثبوت حاصل کرتے وقت، قیود وتفصیلات شرعیہ مذکورہ کے تحت اعلان کردیا کرے، اور سارا ملک اس کے مطابق عمل درآمد کرلیا کرے۔

نیز اگرضرورت پڑے اورضرورت تو واقعی ہے،توجہاں جہاں اس قسم کے (ریڈیو وغیرہ کے) مراکز ہوں، ہرجگہ اس قاعدہ مذکورہ تنبیہ (۴) کے مطابق انتظام کرلیا جائے، اور پھرسب کوایک میں منسلک کرلیا جائے۔

امید ہے کہ اتنی گفتگو سے صورت مسئولہ کی تمام شقوں کا جواب بقدرضرورت نکل آئے گا،کوئی پہلوتشنہ نہ رہے گا،اس لئے کسی مزید تفصیل کی اب حاجت نہیں رہی،فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ الاحقر
محمد نظام الدین
دارالعلوم دیوبند

☆☆☆☆

جواب: سیداحمد عروج قادریؒ، (مدیر ماہنامہ ’’زندگی‘‘ رامپور)☆

اس مسئلہ سے متعلق جوسوالات قائم کئے گئے ہیں ان پرعرصہ دراز سے نفیاً واثباتاً لکھاجارہاہے،اس حقیر نے بھی آج سے بہت عرصہ پہلے ایک مدلل مقالہ لکھا تھا،جوامارت

☆ مولانا سیداحمدعروج قادری (۱۹۱۳-۱۹۸۶ء) ضلع اورنگ آباد، بہار کے ایک دینی وعلمی خاندادے میں پیداہوئے،ابتدائی تعلیم وطن میں، پھرمدرسہ محمدیہ پٹنہ میں پائی، مدرسہ شمس الہدی، پٹنہ سے سندفضیلت حاصل کی، اس کے بعد بہار کے مختلف مدارس میں درس وتدریس کے فرائض انجام دیئے۔

مولانا عروج قادری، مولانا سیدابوالاعلی مودودی کی تحریروں سے متأثر ہوکران سے قریب ہوئے اور ۱۹۴۶ء میں جماعت اسلامی کی رکنیت اختیارکرلی،تقسیم ملک کے بعدجب جماعت اسلامی ہندکی تشکیل نوعمل میں آئی تو مولانا اس کے رکن بنے، ۱۹۵۶ء میں رام پورتشریف لائے اوروہاں جماعت اسلامی ہندکی ثانوی درسگاہ میں درس وتدریس کا کام شروع کیا،ایک طویل عرصہ تک مولانا جماعت اسلامی ہندکی مجلس نمائندگان،صوبائی مجلس شوری اورمرکزی مجلس شوری کے رکن رہے ہیں، مرکز جماعت اسلامی ہند دہلی میں امیرجماعت کی عدم موجودگی میں بارہا آپ نے امارت کی ذمہ داری سنبھالی، اس کے علاوہ مسلمانان ہند کے نمائندہ اور باوقار اداروں،مسلم پرسنل لاپورڈاورمسلم مجلس مشاورت کے بھی سرگرم ممبررہے ہیں۔

ماہنامہ ’’زندگی‘‘، رام پور، جماعت اسلامی ہندکا ترجمان تھا،ابتدامیں مولانا سید حامد علی اس کے مدیر تھے، ۱۹۶۰ء میں مولانا عروج قادری نے اس کی ادارت سنبھالی اورزندگی کے آخری لمحے (وفات: ۱۷/مئی ۱۹۸۶ء) تک اس ذمہ داری کوبحسن وخوبی انجام دیتے رہے،اوراپنی ادارت کے ۲۶/سال میں ہزاروں صفحات سپردقلم کئے اورمختلف علمی وفکری موضوعات پرلکھا۔

فقہ اورتصوف مولانا کے ذوق اوردلچسپی کے دوخصوصی میدان تھے،انہوں نے ان دونوں موضوعات پربھی خوب دادتحقیق دی ہے،اوران کے قلم سے وقیع اورمؤثرتحریریں منظرعام پرآئی ہیں،فقہ پرمولانا کی گہری نظرتھی، مسلم پرسنل لا اوربعض دیگرفقہی موضوعات پران کی وقیع تحریریں شاہدعدل ہیں،وہ اگرچہ حنفی مسلک کے پابند تھے اوراپنی تحریروں میں اسی کی نمائندگی کرتے تھے مگران میں نئے مسائل میں تحقیق واستنباط کی شان تھی۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

شرعیہ صوبہ بہار کے اخبار ''نقیب'' میں شائع ہوا تھا، اوراس کی اشاعت کا اہتمام جناب مولانا شاہ عون احمد قادری نے کیا تھا، اس مسئلہ پر میرے والد ماجد مولانا عبداللہ قادری، سابق استاذ تفسیر مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ نے ایک کتاب ''أحسن المقال في رؤية الهلال'' کے نام سے شائع کی تھی، تمام دلائل کو نقل کرنا ایک لمبا کام ہے، اور میرا خیال ہے کہ اس کی ضرورت بھی نہیں ہے، دلائل آپ حضرات کے علم میں ہیں، اس لئے ضرورت صرف اس کی ہے کہ مجلس کے ارکان آپس میں تبادلہ خیال کر کے کوئی متفقہ فیصلہ کرلیں۔

میں ذیل میں ہر سوال کے تحت اپنی رائے لکھ رہا ہوں۔

ا۔الف۔ اختلاف مطالع بالبداہہ ثابت ہے، اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا، حجاز یا مصر میں رویت ہلال سے ہندوستان کے مسلمانوں پر صوم وفطر واجب نہ ہوگا۔

(ب) بہت عرصے سے اس حقیر کا یہ خیال ہے کہ اختلاف مطالع کا بھی ایک اسی طرح کا چارٹ بنالیا جائے جس طرح کا اوقات صلوۃ کے لئے علماء نے بنایا ہے؛ لیکن وسائل کی کمی اور علم الہیئۃ میں مہارت نہ ہونے کی وجہ سے اب تک یہ خیال عملی جامہ نہ پہن سکا، اگر مجلس تحقیقات شرعیہ یہ خدمت انجام دیدے تو یہ ایک بہت ہی مفید خدمت ہوگی، اب تو انگریزی زبان میں موجودہ ترقی یافتہ علم الہیئۃ کی روشنی میں ایسی کتابیں تیار ہوگئی ہیں، جن سے بآسانی یہ چارٹ بن سکتا ہے، اس چارٹ میں یہ دکھانا چاہئے کہ ہمارا ملک ہندوستان، کن ممالک کا ہم مطلع ہے اور کہاں کی رویت ہلال، یہاں کے لئے بھی معتبر ہو سکتی ہے، محض قیاس سے دو ملکوں یا ایک ملک کے دو بعید المسافۃ شہروں کے درمیان اختلاف مطلع کے وجود وعدم وجود کا فیصلہ صحیح نہ ہوگا، فنی طور پر اس کی تعیین ضروری ہے، موجودہ علم

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) متعدد تصانیف یادگار چھوڑی ہیں، مثلاً: حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، امت مسلمہ کا نصب العین، اقامت دین فرض ہے، اسلامی تصوف، عشر وزکوۃ اور سود کے چند مسائل اور ''حضرت یوسف۔ قرآن کے آئینے میں''، خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، مندرجہ بالا معلومات ڈاکٹر رضی الاسلام صاحب ندوی کی ایک تحریر سے اخذ کی گئی ہیں، وہ مرحوم کی تحریریں یکجا کر کے کتابی صورت دینے کا کام کر رہے ہیں، مرحوم سے متعلق مزید معلومات ماہنامہ ''زندگی نو'' جون وجولائی ۱۹۸۶ء کے شمارے میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

الہیئۃ کے کسی دیندار ماہر اور چند علماء کی مدد سے چارٹ تیار کرایا جا سکتا ہے۔

(ج) اس سلسلہ میں میری رائے یہ ہے کہ ہوائی جہاز سے اڑ کر چاند دیکھنے کا تکلف نہ کیا جائے؛ لیکن اگر کہیں ایسا ہوا اور ثقہ اشخاص ہوائی جہاز سے چاند دیکھ کر رویت ہلال کی خبر دیں، تو اس کا اعتبار کیا جانا چاہئے، جہاں تک مجھے علم ہے، کسی ہوائی جہاز سے بلند ہو کر چاند دیکھنے سے مطلع میں ایسا اختلاف پیدا نہیں ہوتا، جو رویت ہلال کو تسلیم کرنے یا نہ تسلیم کرنے میں مؤثر ہو۔

۲۔

(الف) اصولاً پہلے یہ طے کر لینا چاہئے کہ رویت ہلال کی خبر کا تعلق باب شہادت سے ہے یا باب اخبار سے، الجھن اس لئے پیش آتی ہے کہ اب تک بہت سے علماء اس کو باب شہادت سے متعلق سمجھتے ہیں، میں اس کو باب اخبار کی چیز سمجھتا ہوں اور مجھے اس پر پورا اطمینان حاصل ہے۔

ریڈیو سے جو خبریں کسی کی طرف سے نشر ہوتی ہیں، ان کی حیثیت محض اعلان کی ہوتی ہے، ریڈیو کا اناؤنسر محض معلن ہوتا ہے، مخبر نہیں ہوتا، مخبر وہ شخص یا ادارہ ہوتا ہے جس کی طرف سے خبر بھیجی گئی ہے، مثال کے طور پر اگر ریڈیو اعلان کرتا ہے کہ امارت شرعیہ صوبہ بہار کے قاضی صاحب نے رویت ہلال تسلیم کرلی ہے اور انہوں نے ہمیں اطلاع بھیجی ہے کہ ہم اس کا اعلان کردیں، تو ریڈیو کے اس اعلان کو تسلیم کرنا چاہئے، اس اعلان پر روزے بھی رکھے جا سکتے ہیں، اور افطار بھی کیا جا سکتا ہے۔

(ب) اس اعلان پر عمل کرنے کے لئے میرے نزدیک دو باتیں ضروری ہیں:
ایک تو یہی کہ ریڈیو سے اعلان کسی معتمد علیہ شخصیت یا کسی مستند ادارے کی طرف سے ہو، دوسری یہ کہ جہاں اعلان سنا جائے وہاں کے لوگ بطور خود اس پر عمل نہ کرنے لگیں، بلکہ جب تک اس مقام کی کوئی معتمد علیہ شخصیت اس اعلان کو تسلیم کر کے فیصلہ نہ کردے، اس وقت تک عمل نہ کیا جائے۔

ج۔ جیسا کہ اوپر کہا گیا ریڈیو کی خبر محض اعلان ہوتی ہے، شہادت یا اس طرح کے

مرحلے تو اس شخص یا ادارے کے پاس طے ہو چکے ہوتے ہیں، جس نے رویت ہلال کا فیصلہ کیا ہے، ریڈیو کا اناؤنسر تو محض ڈھنڈورچی ہوتا ہے، اور ڈھنڈورچی کے لئے مسلم ہونا شرط نہیں ہے۔

(د) اس کی شق (۱) کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ اس کو تسلیم کرنا چاہئے، اس لئے کہ یہ بھی اس رویت ہلال کمیٹی کی خبر ہوگی جس کی طرف سے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ اعلان کیا جا رہا ہے، ریڈیو نے اس اعلان کو دور دور پہونچا دیا، البتہ شق (۲) کے سلسلہ میں میری رائے یہ ہے کہ اس خبر کے لئے مخبر کا کم سے کم مسلم ہونا ضروری ہے؛ کیونکہ وہ خبر اپنی طرف سے دے رہا ہے، اب اس کی حیثیت مخبر کی ہو جاتی ہے، اور رویت ہلال کا تعلق دینی خبر سے ہے، اس لئے مخبر کا مسلمان ہونا ضروری ہے، ویسے اب تک شاید اس کی کوئی مثال موجود نہیں ہے کہ ریڈیو سے اس طرح کی غلط خبر شائع کر دی گئی ہو، براڈ کاسٹنگ چونکہ حکومتوں کا بہت ہی معتمد علیہ ذریعہ خبر رسانی ہے، اس لئے حکومتیں اس کا اعتماد برقرار رکھنا چاہتی ہیں، اس طرح کا واقعاتی جھوٹ اس پر شائع ہو تو اعتماد کیسے کیا جائے گا۔

(۵) میرے خیال میں اس طرح کی خبر بھی خبر صریح کے حکم میں داخل ہے؛ لیکن یہ ضروری ہے کہ مخبر مسلمان ہو۔

۳۔ اگر اس بات کی تصدیق ہو جائے کہ تار جس طرف سے آیا ہے، واقعی وہ اسی کا بھیجا ہوا ہے اور تار بھیجنے والا ثقہ اور معتمد علیہ ہے، تو ایسے تار کی خبر پر عمل کیا جائے گا، اس طرح اگر ٹیلیفون پر بولنے والے کی آواز پوری طرح شناخت کی جا رہی ہو اور بولنے والا ثقہ اور معتمد علیہ ہو، تو اس کی خبر پر عمل کیا جائے گا؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ رویت ہلال کی خبر باب اخبار سے ہے، باب شہادت سے نہیں ہے، خبر کو نقل کرنے کے دو طریقے ہیں: نقل بطریق مشافہہ اور نقل بطریق مکاتبہ۔

نقل تار، بہ طریق مکاتبہ میں داخل ہے اور ٹیلیفون، نقل بطریق مشافہہ ہیں۔

۴۔ اگر آپ کے تحریر کردہ اہتمام کے بعد ریڈیو سے خبر نشر ہو، تو اس پر میرے نزدیک عمل ضروری ہے، اس خبر کو کوئی عالم باعمل یا مسائل سے واقف کار، متقی و معتمد علیہ شخص قبول کر کے فیصلہ کر دے، تو صوم و فطر واجب ہوگا، ریڈیو کی خبر کو ٹھیک ٹھیک سننا، اس کو سمجھنا

اور اس کے الفاظ پر غور کرنا بھی ضروری ہے؛ اس لئے میں بار بار یہ لکھ رہا ہوں کہ کوئی عالم دین یا معتمد علیہ شخص کا ریڈیو کی خبر کو قبول کر کے فیصلہ کرنا ضروری ہے۔

اگر اہتمام کے بغیر محض اپنے طور پر ریڈیو سے خبر نشر ہو، تو مخبر مسلمان ہونا بھی ضروری ہے، متعدد ریڈیو اسٹیشنوں اور ایک ریڈیو اسٹیشن کی خبروں میں وہی فرق ہوگا جو ایک راوی کی خبر اور متعدد راویوں کی خبر میں ہوتا ہے، تعدد کی وجہ سے خبر کی قوت میں اضافہ ہو جائے گا، لیکن عمل متعدد اسٹیشنوں کے اعلان پر موقوف نہ ہوگا۔[۱]

۵۔ میں اوپر لکھ چکا ہوں کہ ریڈیو اگر اپنی طرف سے خبر دے، تو اناؤنسر کا مسلمان ہونا ضروری ہے، علاوہ ازیں کہ مرد ہو یا عورت، مسلمان عورت کی نشر کی ہوئی خبر بھی اسی طرح قابل قبول ہوگی جس طرح مسلمان مرد کی۔

سید احمد قادری

☆☆☆☆

(۱) دینی معاملات میں مخبر کا مسلمان، عاقل، بالغ ہونا ضروری ہے، (الموسوعة الفقهية میں ہے: فأمكن قبول الخبر الواحد فی رؤية الهلال بالشرط الواجب توفرها فی الراوی لخبر دینی، وهی : الاسلام والعقل والبلوغ، والعدالة۔ (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۲، ص:۲۶)۔

جواب دارالافتا مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، یو پی ☆

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم.

اولاً بطور تمہید کچھ گذارش ہے، اس کے بعد جناب کے سوالات کے جوابات عرض کئے جائیں گے، سوال میں جس کشمکش کا ذکر ہے، یہ کشمکش نئی نہیں ہے، آج ریڈیو اور تار

(۱) اس تحریر کی تصویب مفتی عبدالعزیز رائے پوریؒ نے (پ: ۱۹۳۰ء-۱۹۹۱ء) کی ہے، آپ کے والد ماجد مولانا بشیر احمد صاحب، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے جانثار خدام میں تھے، اور خانقاہ رحیمیہ میں قیام کی غرض سے اپنے وطن کو خیر باد کہہ کر رائے پور کو اپنا مسکن اور وطن ثانی بنالیا تھا، آپ جامع مسجد رائے پور کے امام وخطیب بھی تھے، مفتی عبدالعزیز صاحب کی ولادت ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ مطابق مئی ۱۹۳۰ء میں موضع سنڈیر ضلع کرنال (ہریانہ) میں ہوئی، لیکن تعلیم وتربیت اور نشو ونما سب کچھ رائے پور ضلع سہارن پور میں ہوا، حفظ قرآن حافظ شبیر احمد مرزا پوری اور حافظ عظیم الدین عالم پوری کے پاس کیا، عربی کی ابتدائی تعلیم اپنے والد مرحوم سے حاصل کی، پھر ۱۳۶۷ھ میں جامعہ مظاہر علوم میں داخلہ لیا اور کافیہ سے آخر تک تعلیم مکمل کی ۱۳۷۳ھ میں دورۂ حدیث سے فراغت پائی، بخاری شریف شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی، مسلم شریف مولانا منظور احمد خاں، ترمذی شریف مولانا مفتی سعید احمد صاحب اور ابوداؤد اور طحاوی مولانا اسعد اللہ صاحب سے پڑھی، دورۂ حدیث میں آپ کے ممتاز اور مخصوص رفقاء میں مفتی منظور احمد جون پوری (قاضی شہر کان پور) مولانا اطہر حسین (سابق استاذ جامعہ مظاہر علوم) اور مولانا عبدالقیوم کان پوری (استاد حدیث ونائب مفتی وناظم تعلیمات جامع العلوم کانپور) ہیں۔

دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد حضرت شیخ کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے ۱۳۷۴ھ میں کان پور تشریف لے گئے اور وہاں ایک سالہ قیام میں درس نظامی کی مختلف کتابیں پڑھائیں، اور مفتی محمود حسن گنگوہی کی زیر نگرانی فقہ وفتاوی کی بنیادی کتابوں کا مطالعہ بھی کرتے رہے، ۱۳۷۵ھ میں جامعہ مظاہر علوم میں مزید ایک سال کے لئے کتب فنون میں داخلہ لیا، پھر ۱۳۷۶ھ میں آپ کا تقرر جامعہ میں ہوگیا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

وغیرہ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اور پہلے زمانوں میں زبانی خبروں اور شہادتوں سے پیدا ہوتی تھی، بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ ایک مقام پر عید ہوئی اور اس سے چند میل کے فاصلہ پر روزہ رکھا گیا ہے، بلکہ ایک ہی شہر میں کچھ لوگوں نے روزہ رکھا، اور کچھ نے عید منائی، جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔

ووقع فی زمانـنـا فی سنة خـمـس و خمسين، أن أهل مصر افترقوا فرقتين، فمنهم من صام و منهم من لم يصم، و هكذا وقع لهم فی الفطر .

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) ۱۳۸۰ھ تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر ۱۳۸۱ھ کا پورا سال خانقاہ رائے پور میں گذارا، ۱۳۸۲ھ میں رائے پور سے واپسی پر حسب سابق درس وتدریس اور شعبۂ دارالافتاء میں فتاوی نویسی میں مشغول ہو گئے، مختلف کتب کی تدریس انجام دیتے اور ترقی کرتے ہوئے دورۂ حدیث تک پہنچ گئے اور نسائی شریف وغیرہ کا درس دیا۔

مفتی صاحب کا روحانی تعلق حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری سے تھا، ان کی وفات کے بعد حضرت شیخ سے رجوع ہوئے اور اصلاح وتربیت اور سلوک وارشاد کی راہ میں اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دیا، لیکن اجازت وخلافت حضرت مولانا محمد افتخار الحسن کاندھلوی اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سے تھی۔

قرآنی مکاتب اور دینی مدارس کا قیام کو اپنا مقصد حیات اور زندگی کا مشن بنالیا، اور کم وبیش چالیس مدارس کے آپ بانی ونگراں اور ذمہ دار اعلی تھے، اور ان تمام مدارس کو ایک لڑی میں پرونے اور دینی تعلیم کو عام کرنے کے لئے ۱۴۰۰ھ میں ایک انجمن دعوت القرآن کے نام سے قائم فرمائی۔

مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور ابتداء میں ایک مکتب کی شکل میں تھا ۱۳۹۰ھ میں آپ اس کے مہتمم بنائے گے اور اب وہ علاقہ میں ایک مرکزی ادارہ کی حیثیت سے مشہور ہے۔

حضرت مفتی صاحب ہمیشہ صحت منداور تنومند رہے، قدرت نے آپ کو قابل رشک صحت عطا فرمائی تھی، لیکن زندگی کے آخری دو سال عوارض اور تکلیف دہ علالت میں گزرے، اوائل جنوری ۱۹۹۱ء میں افاقہ اور قدرے صحت یابی ہوئی، بالآخر ۲۶/دسمبر ۱۹۹۱ء شب آٹھ بجے روح پرواز کرگئی، انا للہ وانا الیہ راجعون، پہلی نماز جنازہ ڈیڑھ بجے مولانا سید اسعد مدنی نے مدرسہ فیض رحیمی میں پڑھائی، دوسری نماز جنازہ خانقاہ میں مولانا محمد طلحہ صاحب نے ڈھائی بجے پڑھائی اور حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کی قبر سے بائیں جانب چند گز کے فاصلے پر تدفین عمل میں آئی، آپ جامعہ مظاہر علوم کے ۱۹۸۶ء تا ۱۹۹۱ء تاحیات ناظم رہے (مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: علماء مظاہر علوم اور ان کی علمی وتصنیفی خدمات ج ۴/ ۱۹۵-۲۰۵، اور تاریخ مظاہر علوم)۔

ووقع في زماننا سنة خمس و عشرين و مأتين وألف، أن رجلا شهد برؤية الهلال في دمشق، فحصل له من الناس غاية الإيذاء، حتى صار هزأة وضحكة، وصار يشار إليه بالأصابع في الأسواق ،حتى بلغني عنه أنه أقسم ليغمضن عينيه إذا دخل رمضان الآتي. (رسائل ابن عابدين ج:۲ ص:۲۳٤ /۲۳٦).

اہل علم حضرات نے ہمیشہ ایسے خلفشار کو برداشت کیا، یہ کشمکش اہل اسلام کے لئے مضر نہیں ہے؛ بلکہ مفید ہے، اور یہ باہم اختلاف رائے اور استنباط نتائج رحمت ہے، اس کا کوئی حتمی فیصلہ اور حل جس سے یہ بالکل ختم ہو جائے، ناممکن اور عادۃ اللہ کے خلاف ہے، ایک ہی وقت میں اگر کسی ملک میں طلوع ہے، تو اسی وقت دوسرے میں زوال کا وقت ہے، اور تیسرے میں غروب ہو چکا ہوتا ہے۔

عہد صحابہ میں بھی رمضان وعید مدینہ، مکہ، شام، عراق، مصر سب جگہ ایک ہی روز نہیں ہوتی تھی، تمام شہروں میں ایک ہی دن رمضان وعید منانا مسلمانوں پر لازم ہے، نہ اس کے اہتمام میں پڑنا کوئی اسلامی خدمت ہے، ہاں! اگر اللہ تبارک وتعالیٰ اس اختلاف کو ختم کرنا چاہیں تو یہ ان کے قبضہ وقدرت میں ہے، لیکن بندوں کے اختیار میں اس کی کوئی ایسی تدبیر نہیں ہے، جس سے باہمی اختلاف ختم ہو جائے؛ کیونکہ یہ اختلاف احکام، اختلاف احوال پر مرتب ہے۔

ریڈیو کی خبر کو نہ تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ بالکل مہمل اور ناقابل اعتبار ہے کہ اس پر کسی درجہ میں بھی حکم شرعی مرتب نہ ہو، اور نہ اس کو بسلسلہ ثبوت ہلال ایسا موثوق اور معتبر ذریعہ کہا جا سکتا ہے کہ بہر صورت قابل قبول ہو، جیسے شہادت شرعیہ ہے؛ کیونکہ اس میں بھی غلطی ہوتی ہے، جیسا کہ روز نامہ ''سیاست'' کانپور ۱۸/ مارچ ۵۹ء ۔ ۸/ رمضان ۷۸ھ یوم چہار شنبہ کالم ۲ میں بعنوان (رمضان کا چاند اور ریڈیو پاکستان، ایک دلچسپ غلطی) کے عنوان سے شائع ہوا تھا، جو ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

کراچی ۱۰/ مارچ (بذریعہ ڈاک) ریڈیو پاکستان، کراچی نے اپنی دانستہ غلطی

سے کراچی کے باشندوں کو الجھن میں ڈال دیا ہے، بتایا گیا ہے کہ مولانا احتشام الحق تھانوی نے رمضان کا چاند نظر آنے کی صورت میں، ریڈیو پاکستان سے تقریر نشر کرنے کے لئے اپنی تقریر ریکارڈ کرائی تھی، آج چاند نظر آنے کی امید تھی؛ لیکن نظر نہیں آیا، ادھر ریڈیو پاکستان کے ذمہ داروں نے سمجھا کہ چاند نکل آیا ہے، چنانچہ اس غلط فہمی کے نتیجہ میں انھوں نے مذکورہ تقریر کا ریکارڈ نشر کر دیا، جس میں مولانا نے کراچی کے باشندوں کو یہ خوشخبری سنائی تھی کہ ماہ رمضان شروع ہو گیا ہے، بعد میں ریڈیو پاکستان نے اپنی غلطی پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے معذرت چاہی۔

بلکہ اس کی خبر کو معتبر ماننے کے لئے کچھ شرائط وقیود کے اضافہ کی ضرورت ہوگی، وہ یہ کہ اگر رویت ہلال کمیٹی، جس کے افراد مسائل سے واقف اور باشرع ہوں، یا قاضی شرعی چاند کی شہادت باقاعدہ حاصل کر کے، ریڈیو پر اعلان کرے یا کرائے کہ یہاں شہادت شرعیہ سے چاند کا ثبوت ہو گیا، اور اب اعلان کیا جاتا ہے کہ فلاں روز عید ہے، تو یہ اعلان یوم الشک میں، یعنی ۲۹/ رمضان کو بعد والے دن کے لئے جب کہ ۲۹/ کو مطلع صاف نہ ہو، ایسے مقامات پر معتبر ہوگا کہ اس کے تسلیم کرنے سے مہینہ ۲۸/ یا ۳۱ کا نہ ہو جائے، اس ضروری تمہید کے بعد جوابات معروض ہیں:

(۱) الف: ساری دنیا کا مطلع ایک نہیں جیسا کہ بالکل بدیہی ہے، یہ سوال کی چیز نہیں، شریعت نے شہادت قبول کرنے کے لئے ایک ضابطہ اور معیار تجویز کیا ہے، اس کی رعایت ضروری ہے، مثلاً مطلع صاف ہونے کی حالت میں ایک، دو کی شہادت قابل تسلیم نہیں (۱)، مثلاً: ۲۸ کو شہادت رویت قابل تسلیم نہیں، مہینہ کبھی ۲۹ کا ہوتا ہے، کبھی ۳۰ کا، اگر کسی شہادت کے ذریعہ ۲۸ یا ۳۱ کا مہینہ ہونا لازم آئے تو وہ تسلیم نہیں؛ کیونکہ مظنہ قبول نہیں پایا گیا، ۲۹ کو دور ونزدیک کی شہادت مطلع صاف نہ ہونے کے وقت، اصول کے ماتحت تسلیم کی جائے گی۔ (۲)

(۱) إن كانت السماء مصحية فلا يقبل فيه الا شهادة جماعة يحصل العلم للقاضي بخبرهم. (بدائع للصنائع، ج:۲ ص:۸۱)۔

(۲) لأن الشهر قد يكون ثلاثين يوماً وقد يكون تسعة وعشرين يوماً، لقول النبي صلى الله عليه وسلم: "الشهر هكذا وهكذا وأشار الى جميع أصابع يديه، ثم قال: الشهر هكذا، وهكذا وحبس إبهامه في المرة الثالثة، فثبت أن الشهر قد يكون ثلاثين وقد يكون تسعة وعشرين"۔(بدائع الصنائع، ج۲، ص:۸۱)۔

(ب) مطلع کی تقسیم وتفریق، حکومتوں کی تقسیم وتفریق کے ماتحت نہیں ہے، بلکہ اس کا مدار بعد پر ہے، یعنی عرض بلد پر، کما ھو مذکور فی کتب الھیئۃ۔

(ج) شریعت نے ہوائی جہاز سے اڑ کر، یا پہاڑ کی بلندیوں پر پہونچ کر چاند دیکھنے کا مکلّف نہیں قرار دیا ہے، پس اگر مطلع صاف ہونے پر ہوائی جہاز کے ذریعہ چاند دیکھا اور زمین پر بسنے والوں کو نظر نہیں آیا تو ان کے حق میں ایک دو آدمیوں کی شہادت کافی نہیں، مبینہ مقامات تک پہونچنے کے لئے پہلے زمانہ میں بھی آلات تھے، جیسا کہ ''غابر الاندلس'' میں ہے کہ عباس بن فرناس، حکیم اندلس انسان کے ہوا میں پرواز کرنے کا سب سے پہلا موجد ہے، اس نے ایسے پر ایجاد کئے تھے کہ انسان ان کو اپنے بازوؤں میں لگاتے، تو اطمینان کے ساتھ پرواز کرسکتا تھا، موجودہ ہوائی جہاز میں جو خطرات ومضرات ہیں، یہ پر ان سے بالکل محفوظ تھے۔ (غابر الاندلس)۔

(تنبیہ) اگر مطلع صاف نہ ہو تو، ہوائی جہاز کے ذریعہ دیکھا ہوا چاند ظاہر الروایۃ کے مطابق معتبر ہوگا۔

الف (۲)، ریڈیو سے آنے والی آواز شہادت شرعیہ نہیں ہے، البتہ اس کی حیثیت اعلان کی ہے، جیسے کسی مقام پر شہادت شرعیہ لینے کے بعد، طبل یا توپ، یا مخصوص بتیاں روشن کرنے کا انتظام ہو، یا منادی کے ذریعہ اعلان کرایا جائے۔

(ب) اس کا جواب تحریر بالا میں آچکا۔

(ج) پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ یہ شرعی شہادت نہیں ہے، ذمہ دار، دیندار اہل بصیرت کا شرائط کے موافق شہادت لے کر، ریڈیو پر خود اعلان کرنا یا کسی دوسرے سے اعلان کرانا کافی ہے، جیسے حکم شاہی سے طبل بجانے والا کا مسلمان ہونا ضروری نہیں، اسی طرح ریڈیو پر ذمہ دار حضرات کی طرف سے اعلان کرنے والے کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے، اس سلسلہ میں جمعیۃ العلماء کا مطبوعہ فیصلہ بھی دیکھ لینا چاہئے۔

(د) تمہید میں جواب آگیا۔ (ہ) یہ نا کافی ہے۔

(۳) ٹیلیفون کی خبر بھی شہادت شرعیہ نہیں ہے، ٹیلیفون پر آنے والی خبر محض خبر

ہے، نہ شہادت ہے نہ اعلان، اگر متعدد خبریں آئیں جن سے صدق کا ظن غالب حاصل ہو جائے، تو رمضان کا ثبوت ہو جائے گا، عید کے ثبوت کے لئے کافی نہیں ہے، کیونکہ یہاں شہادت شرط ہے، اور یہ نہ شہادت ہے اور نہ اعلان۔ تار بھی اگر متعدد ہوں اور صدق کا ظن غالب حاصل ہو جائے تو رمضان کا ثبوت ہوسکتا ہے، عید کا ثبوت اس سے نہیں ہوتا، لیکن استفاضۂ خبر کی صورت میں ان شرائط کے تحقق کے بعد، جو مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنے رسالہ ''آلات جدیدہ'' میں تحریر فرمائی ہیں، اطمینان کیا جاسکتا ہے کیونکہ استفاضہ طریق موجب میں داخل ہے۔

کتبہ العبد یحییٰ (۱) غفرلہ

الجواب صحیح، عبدالعزیز عفی عنہ، رائے پوری۔

☆☆☆☆

---

(۱) مفتی سید محمد یحییٰ سہارنپوریؒ ایک عظیم فقیہ، وسیع النظر مفتی اور کہنہ مشق استاد تھے، آپ کی پیدائش ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۹۲۳ء میں ہوئی، ابتدائی تعلیم اور حفظ قرآن کے بعد مظاہر علوم میں داخلہ لیا اور شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ کے چشمہ حیواں سے خوب کسب فیض کیا، مظاہر علوم سے فراغت کے بعد اسی کی ایک شاخ میں دس سال تک مدرس رہے پھر ۱۳۷۵ھ میں مظاہر علوم کے معین مفتی مقرر ہوئے اور ۱۳۷۷ھ میں افتا وقضاء کی نگرانی کے ساتھ تدریس کی ذمہ داری بھی سپرد کی گئی، آپ نے حدیث وفقہ کی اعلی کتابوں کا درس دیا، موصوف کو علوم حدیث اور اصول افتاء میں رسوخ تھا، آپ کے قلم سے تقریباً چالیس ہزار فتاوی شائع ہوئے، آپ وقت کے نہایت پابند تھے اور زندگی کا ایک لمحہ بھی لایعنی امور میں ضائع نہیں کرتے تھے، وقت کی پابندی کے سلسلہ میں ان کے معمولات کو دیکھ کر ایک بار حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا کہ میں نے ۳۵/سالوں کے اندر اس سے زیادہ کسی کو وقت کا پابند نہیں پایا۔

آپ کے اندر غیر معمولی ذہانت اور بصیرت تھی، اکثر اوقات مطالعہ میں مصروف رہتے، نہایت کم گو تھے، سنت نبوی کے بہت پابند تھے، اخلاق کریمانہ اور اوصاف حمیدہ سے آراستہ تھے، مسکینوں کے غمگسار اور مہمان نواز تھے، جامعہ مظاہر علوم کے فارغین پر نہایت مشفق اور مہربان تھے، مشکل گھڑی میں ان کی خبر گیری کرتے اور اپنی جیب خاص سے ان کا تعاون کرتے، سادگی اور تواضع کا نمونہ تھے، دس رجب ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۰/نومبر ۱۹۹۶ء کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

جواب مفتی محمد وجیہؒ☆ تائید مولانا ظفر احمد عثمانیؒ

لا يسعه أن يشهد لاحتمال أن يكون غيره، إذالنغمة تشبه النغمة.
(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ج: ٢ ص: ٢١٤).

قلت وهذا وإن كان تحمل الشهادة، ولكن اعتبارها في أداء الشهادة أظهر وأولى. شہادت کی شرائط سے معلوم ہوا کہ ٹیلیگراف، ٹیلیفون، ریڈیو اور وائرلیس وغیرہ آلات جدیدہ کے ذرائع سے شہادت ادا نہیں ہوسکتی، اس لئے کہ شہادت میں

☆ حضرت مولانا محمد وجیہ ٹانڈویؒ (۱۳۴۳ھ) ایک جید عالم دین، عظیم فقیہ، محقق ومصنف اور عارف باللہ شخصیت کے مالک تھے، نہایت متواضع، منکسر المزاج اور خندہ جبیں بزرگ تھے، اخلاق وعادات میں اسلام کا پرتو تھے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے مسلک ومشرب پر قائم تھے، آپ کے والد بزرگوار حضرت مولانا محمد نبیہ صاحب حکیم الامت کے مجاز تھے، آپ نے ۳رمحرم الحرام ۱۳۴۳ھ اس دنیا میں آنکھیں کھولیں، آپ کی والدہ ماجدہ بھی حضرت حکیم الامت سے بیعت تھیں، آپ کی ابتدائی تعلیم امروہہ اور ٹانڈہ میں ہوئی، پھر مختلف علماء سے کافیہ تک تعلیم حاصل کی، اس کے بعد مظاہر علوم میں داخلہ لیا اور وہیں سے فراغت حاصل کی، آپ نے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا، مولانا عبد اللطیف، مولانا منظور احمد، مولانا عبد الرحمٰن کامل پوری جیسے علماء اجلہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، فراغت کے بعد خانقاہ امدادیہ میں ایک سال پڑھایا، پھر حضرت مولانا عارف باللہ شاہ ابرار الحق کی دعوت پر ہردوئی تشریف لے گئے اور ایک سال تک تدریس کی ذمہ داری انجام دی، اس کے بعد مولانا مسیح اللہ خان جلال آبادی کی دعوت پر مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد تشریف لے گئے اور وہاں پانچ سال تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۳۴۷ھ میں پاکستان ہجرت کر گئے اور دار العلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ میں شیخ الحدیث اور مفتی اعظم کے منصب پر فائز ہوئے اور پچیس سال تک افتاء وحدیث کی خدمت انجام دی، اخیر عمر میں مدرسہ مظاہر علوم حیدرآباد کے ناظم اور شیخ الحدیث مقرر ہوئے، آخر کار ۱۶رصفر ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۱رمئی ۲۰۰۰ء کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

روبرو حاکم کے پاس، مجلس حکم میں حاضر ہونا ضروری ہے، جیسا کہ حکومت میں خط یا ٹیلیفون سے شہادت قبول نہیں ہوتی، قانوناً کورٹ میں حاضر ہونا ضروری ہے، یہ تو شہادت کا حکم ہے، جس کی دو قسمیں ہیں، معاملہ دنیوی کی خبر، معاملات دینیہ کی خبر۔

معاملات دنیویہ مثلاً؛ بیع وشراء، وکالت، کفالت اور حوالہ وغیرہ میں خبر واحد معتبر ہے، خواہ مخبر عادل ہو یا فاسق، مسلم ہو یا کافر بشرطیکہ سامع کو مخبر کی خبر پر اطمینان ہوجائے، کما قال فی الفتاوی الھندیۃ:

"يقبل قول الواحد في المعاملات، عدلا كان أو فاسقا، حرا كان أو عبدا، ذكرا كان أو أنثى، مسلما كان أو كافرا، دفعا للحرج والضرورة، (إلى أن قال) ولو صح قول الواحد في باب المعاملات، عدلا كان أو غير عدل، فلا بد في ذلك من تغليب رأيه فيه أن خبره صادق، فإن غلب على رأيه، فله أن يعمل وإلا لا". (كذا في الوهاج، الفتاوى الهندية ج: ٥ ص: ٣١٠).

اس قسم میں چونکہ عدد، عدالت، حضور فی مجلس القضاء ضروری نہیں ہے؛ لہٰذا خط، ریڈیو اور تار وغیرہ کا اعتبار کیا جائے گا۔

معاملات دینیہ؛ مثلاً کپڑے یا پانی کی پاکی یا ناپاکی کی خبر دی، حلت وحرمت کی خبر میں مسلم وعادل ہونا شرط ہے، کافر یا فاسق کی خبر پر عمل کرنا جائز نہیں، ایک مسلم عادل کافی ہے، خواہ مرد ہو یا عورت، مجلس میں حاضر ہو یا غائب، مثلاً ٹیلیفون، ریڈیو وغیرہ کے ذریعے، مگر غائب ہونے کی صورت میں یہ شرط ہے کہ سامع اچھی آواز، یا حروف کی شناخت سے معلوم کرلے کہ یہ فلاں شخص مسلم عادل ہے، اس میں حضور فی المجلس ضروری نہیں، لہٰذا غائب کی خبر خط یا ریڈیو کے ذریعہ سے مقبول ہے، مگر چونکہ اس میں اسلام وعدالت شرط ہے؛ لہٰذا ضروری ہے کہ خط میں حروف اور ریڈیو وغیرہ میں آواز کی شناخت ہو، تاکہ مسلم وعادل ہونے کا علم ہوسکے، اس قسم میں ٹیلیگراف کا اعتبار نہیں، اس لئے کہ اس میں آواز وغیرہ نہیں جس سے امتیاز کیا جاسکے، امتیاز حروف کی صورت میں خط کا اعتبار کرنے کیلئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کا عمل متواتر حجت کافیہ وافیہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ

وسلم نے مختلف مقامات پر خطوط روانہ کئے، اور عمرو بن حزم کے لئے بعض احکامات شرعیہ لکھوائے اور خلفائے راشدین نے بعض احکام مختلف قضاۃ کی طرف بذریعۂ خط روانہ کئے، اور وہاں کے حکام وقضاۃ نے ان مکتوبہ احکام پر عمل کرانا ضروری سمجھا، مگر یہ سب اسی شرط کے ساتھ تھا کہ مکتوب الیہ کو، کاتب کا علم یقینی حروف سے ہو جائے، مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ خط کی خبر دینی امور میں دو شرط سے قبول ہوگی (۱) مکتوب الیہ کاتب کے خط کو اچھی طرح سے پہچانتا ہو (۲) کاتب مسلم عادل ہو، ریڈیو اور ٹیلیفون کو بھی خط پر قیاس کیا جاتا ہے، جیسے خط میں مخبر غائب ہے، مگر امتیاز حروف کے واسطے سے ممتاز ہو سکتا ہے، ایسے ریڈیو اور ٹیلیفون میں بھی غائب ہونے کے باوجود آواز سے امتیاز کیا جا سکتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ دینی معاملات میں خط ریڈیو اور ٹیلیفون کی خبر کا اعتبار اس شرط سے جائز ہے کہ حروف وآواز کے امتیاز سے یقین ہو جائے کہ مخبر فلاں شخص مسلم وعادل ہے، اس قسم میں ٹیلیگراف کی خبر بوجہ عدم امتیاز غیر معتبر ہے، اگر خط ریڈیو، ٹیلیگراف یا ٹیلیفون وغیرہ، کسی خاص ایسے ضابطے اور قانون کے تحت ہوں کہ سوائے کسی معتبر، مسلم عادل شخص کی اجازت کے، ان کے ذریعہ کوئی شخص خبر نہ دے سکتا ہو، تو اس صورت میں خط، ریڈیو، ٹیلیگراف اور ٹیلیفون کی خبر، بہر کیف مقبول ہے، خواہ حروف وآواز کا امتیاز ہو سکے، خواہ نہ ہو سکے، ٹیلیگراف، توپ اور طبل سے مشابہت رکھتا ہے، اور توپ وطبل کے متعلق فقہاء کی تصریح ہے:

"يعتبر بقول عدل، وكذا بضرب الطبول (بعد أسطر)، وقد يقال إن المدفع في زماننا يفيد غلبة الظن، وإن كان ضاربه فاسقا؛ لأن العادة أن المؤقت يذهب إلى دار الحكم آخر النهار، فيعين له وقت ضرب، ويعينه الوزير وغيره، وإذا ضربه يكون ذلك بمراقبة الوزير وأعوانه للوقت المعين، فيغلب على الظن بهذه القرائن، عدم الخطأ وعدم قصد الإفساد". (الرد مع الدرج:۲ ص:۴۰۷).

اس تمہید کے بعد یہ معلوم کرنا ہے کہ ثبوت ہلال کس قسم میں داخل ہے، سو واضح ہو

کہ ثبوت ہلال عیدین کے لئے شرعی شہادت ضروری ہے، اور ثبوت ہلال رمضان کے لئے شہادت کی ضرورت نہیں، خبر واحد عادل کافی ہے، جب کہ مطلع صاف نہ ہو، مطلع صاف ہونے کی صورت میں، عیدین وہلال رمضان دونوں میں جم غفیر کی رویت ضروری ہے۔

"قال العلامة ابن عابدين في رسالته: تنبيه الغافل والوسنان على أحكام هلال رمضان" في مجموعةرسائل (ج:۱ ص:۲۳۴) قال علمائنا الحنفية في كتبهم:

ويثبت رمضان برؤية هلاله، وبإكمال عدة شعبان، ثم إن كان في السماء علة من نحو غيم أو غبار، قبل لهلال رمضان خبر واحد عدل في ظاهر الرواية، أو مستور على قول مصحح، لا ظاهر الفسق اتفاقا، سواء جاء ذلك المخبر من مصرأ ومن خارجه، ولو كانت شهادته على شهادة مثله، أو كان فتى أو أنثى، أو محدودا في القذف تاب في ظاهر الرواية، لأنه خبر ديني، فأشبه رواية إخبار، ولهذا لا يشترط لفظ الشهادة، ولا الدعوى ولا الحكم ولا مجلس القضاء، وشرط لهلال الفطر مع علة في السماء، شروط الشهادة، لأنه تعلق به نفع العباد، وهو الفطر، فأشبه سائر حقوقهم، فاشترط له ما شرط لها من العدد والعدالة، والحرية، وعدم الحد في القذف وإن تاب، ولفظ الشهادة والدعوى على خلاف فيه، إلا اذا كانوا في بلدة لا حاكم فيها، فإنهم يصومون فيه بقول ثقة، ويفطرون بقول عدلين، وهلال أضحى وغيره كالفطر. (رسائل ابن عابدين ج:۱ ص:۲۳۴).

سو معلوم ہوا کہ ہلال عیدین کے ثبوت کے لئے، ٹیلیگراف، ٹیلیفون، ریڈیو اور خط وغیرہ کی خبر کا اعتبار نہیں، اگر بذریعہ ریڈیو وغیرہ کسی مستند عالم، یا مفتی یا کسی مقررہ ہلال کمیٹی وغیرہ کی خبر (متعلق فیصلہ ثبوت وہلال عیدین بطریق شہادت شرعیہ) نشر کی گئی، تو یہ خبر بھی معتبر نہیں، اس لئے کہ ہلال عیدین کے ثبوت کے لئے شہادت علی الرؤیۃ، یا شہادت علی الشہادۃ یا شہادت علی قضاء الحاکم الشرعی یا زمانہ موجودہ میں کسی مفتی کے فیصلہ پر شہادت

ضروری ہے اور ریڈیو وغیرہ سے کسی قسم کی شہادت بھی معتبر نہیں کما مر مفصلا، مطلب یہ ہے کہ یہ فیصلہ ان بلاد والوں پر حجت نہ ہوگا، جو بلاد اس موقع فیصلہ کے تابع نہ ہوں، جب تک کہ مذکورہ بالا تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت کے ساتھ ثبوت شرعی نہ ہو جائے، البتہ وہ مواقع جو موضع فیصلہ کے توابع سمجھے جاتے ہیں، ان مواقع میں شہادت ضروری نہ ہوگی، اور وہاں کے لئے یہ کافی ہوگا کہ ریڈیو سے وہ عالم، یا مفتی یا ان کا نائب یہ اعلان کردے کہ ہلال کمیٹی کی طرف سے فلاں جگہ سے یہ اعلان کرتا ہوں کہ یہاں ہلال عید کا ثبوت ہو گیا ہے، اسی طرح کوئی ثقہ ٹیلیفون سے اطلاع دے دے، یا خط لکھ دے جس کو پہچانا جاتا ہو تو یہ خبر ان تابع مواقع میں معتبر مانی جائے گی؛ لیکن غیر تابع مواقع پر جو اتنی دور نہیں، جہاں اختلاف مطالع کا اعتبار ہوتا ہے، وہاں شہادت ضروری ہوگی، اور جو مواقع اختلاف مطالع کی مسافت پر ہیں، تو وہاں یہاں کی شہادت بھی معتبر نہ ہوگی، وجہ تابع مواقع پر شہادت ضروری نہ ہونے کی دو مقدموں پر مبنی ہے، کہ ہر مرد وعورت، عالم یا جاہل، شہری و بدوی تک شہادت ہلال الفطر پہنچنا نہ ضروری ہی ہے اور نہ یہ ممکن ہی ہے، اس لئے شہادت صرف قاضی کے پاس ہوتی ہے، بعدہ ثبوت ہلال کا اعلان، خبر واحد یا ضرب طبول وغیرہ کے ذریعے مصر کے گرد ونواح میں کیا جاتا ہے، یہی چیز عوام وخواص کے لئے دال علی ثبوت الہلال ہونے کی وجہ سے موجب عمل ہے، دوسرے یہ کہ ایک قاضی کے فیصلہ کی خبر محض (بلاشرط شہادت علی القضاء) دوسرے قاضی کے لئے موجب عمل؛ بلکہ مجوز عمل نہیں، ان دونوں مقدموں سے بطور نتیجے کے قانون کل طرداً وعکساً یہ حاصل ہوتا ہے کہ ہر قاضی کا فیصلہ صرف اس کی ولایت تک بذریعہ مدافع، طبول یا ریڈیو وغیرہ کے (بشرائط مذکورہ) نشر کیا جاسکتا ہے، اور سامعین کے لئے موجب عمل ہے، حکومت مرکزی کو ولایت عامہ حاصل ہے، اگر وہ بطریق موجب ثبوت کے بعد اعلان، مسلم عادل سے کرائے، تو تمام ملک پر ماننا لازم ہے، غرضیکہ حدود ولایت میں اعلان بشرائط معتبر ہے، اور اگر حاکم نہ ہو تو جس جگہ قاضی یا مفتی ہے، اس جگہ کے توابع میں اس کی طرف سے اعلان، بشرائط مذکورہ معتبر ہے، اور اس سے خارج، بغیر ثبوت احدی الطرق الثلاث کے اعلان معتبر نہیں ہے، یہ تو ہلال عید

کے متعلق ہے، چوتھی صورت ثبوت ہلال کی استفاضہ کی ہے، درمختار میں ہے:

نعم لو استفاض الخبر في البلدة الأخرى، لزمهم على الصحيح من المذهب، قال الرحمتي: معنى الاستفاضه أن تأتي من تلك البلدة جماعات متعددون، كل منهم يخبر عن أهل تلك البلدة أنهم صاموا عن رؤية، لا مجرد شيوع من غير مسلم عن إشاعة. (الرد مع الدرج: ۲ ص: ۳۹۰).

اس میں بے سروپا افواہوں یا مبہم وغیر معروف لوگوں کے خطوط کا اعتبار نہیں، بلکہ استفاضہ کا مطلب یہ ہے کہ حاکم وقت یا اس کے نائب، یعنی جماعت علماء یا عالم ثقہ کے پاس متعدد خبر دینے والے، خبر رویت بشرائط مذکورہ دیں، کہ ان سے مخبر الیہ کو طمانینت قلب اور غلبہ ظن حاصل ہو جائے، تو اس صورت میں یہ طریق موجب عمل قرار دیا جائے گا، اس کے علاوہ استفاضہ میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ حاکم یا نائب، یا عالم، ثقہ فی القریۃ کے پاس متعدد (دس بیس) خطوط یا ٹیلیفون یا تار توسط یا بغیر توسط کے ایسے اور اتنے آجائیں کہ اس کی طمانینت قلب ہوسکے۔

ہلال رمضان میں خط، ریڈیو، یا ٹیلیفون کی خبر اس شرط سے قبول ہوگی کہ سامع حروف اور آواز کا کامل امتیاز کر سکے، اور غیر مسلم عادل ہو، نیز یہ بھی ضروری ہے کہ مخبر اپنی رویت کی خبر دے، مبہم خبر (مثلاً یہاں چاند دیکھا گیا ہے یا روزہ رکھا گیا ہے وغیرہ) کا کوئی اعتبار نہیں، اور ٹیلیگراف کی خبر کا کسی حال میں بھی اعتبار نہیں؛ البتہ اگر ٹیلیگراف، ٹیلیفون، اور ریڈیو وغیرہ کسی خاص ضابطہ کے تحت ہوں کہ ان کے ذریعہ کوئی شخص بلا اذن مسلم عادل کے کوئی خبر نہ دے سکتا ہو، تو ان کی خبر بلا امتیاز صوت وخط بھی معتبر ہے۔

اس تفصیل سے تقریباً تمام نمبرات کے جوابات، بعض کے اجمالا اور بعض کے تفصیلاً آگئے، لیکن مکرر ہر جزء کے جواب کی طرف اجمالا اشارہ بھی کیا جاتا ہے۔

(۲) (الف وب) ریڈیو کی خبر کی حیثیت شہادت کی نہیں، بلکہ خبر واعلان کی ہے؛ لہٰذا مذکورہ جگہوں میں جو تابع نہیں، ہلال عیدین میں یہ خبر معتبر نہیں ہوگی، جب تک کہ ثبوت ثلاثہ مذکورہ سے نہ ہو، اور جو جگہیں تابع ہیں ان جگہوں والوں کے لئے اس شرط سے عمل

کرنا جائز ہے، کہ مفتی یا عالم خود اعلان کردے، یا اس کا نائب مسلم عادل اعلان کرے، کہ یہاں قاضی یا مفتی صاحب نے فیصلہ کیا کہ ہلال عید ہوگیا ہے، کسی کافر کی خبر قطعاً معتبر نہیں، اور ہلال رمضان میں چونکہ عدد یا شہادت شرط نہیں، اس لئے بشرط مذکور کوئی کامل خبر دے، کہ میں نے چاند دیکھا یا فلاں صاحب نے چاند دیکھا، اور حاکم نے اس کی شہادت قبول کر لی ہے، یا یہاں رمضان ہے اور اس کی آواز پہچانی جاتی ہے، یا یہ کہے کہ قاضی نے فیصلہ کردیا ہے، یا کمیٹی نے ہلال رمضان کا فیصلہ کردیا ہے، یا اس ریڈیو کے متعلق یقین ہے کہ خاص ضابطہ شرعیہ کے ساتھ اعلان کرتا ہے، ان صورتوں میں ہلال رمضان ثابت ہوجائے گا، یہ شرطیں تو اعلان کی جگہ کے ساتھ متعلق ہیں، اور جہاں ریڈیو سنا جائے وہاں کے علماء اس اعلان میں ان شرائط کا تحقق معلوم کرلیں اور ان کو ظن غالب ہوجائے تو کافی ہے۔

(ج) کافر کی خبر کا، نہ ہلال عید میں اعتبار ہے نہ ہلال رمضان میں [۱]، اس کے اعلان کا بھی کوئی اعتبار نہیں، اگر اعلان کرنے والے کافر یا معلوم الذات ہیں، تب تو ظاہر ہے اور اگر اعلان کرنے والا مسلمان عادل ہے اور اس کی آواز پہچانی جاتی ہے، تو یا تو اس کی وہ خبریں طریق موجب سے پہنچی ہیں یا طریق غیر موجب سے، شق ثانی میں بھی عدم اعتبار ظاہر ہے، اور شق اول میں بھی چونکہ یہ الفاظ اعلان مہمل ہیں، اسلئے اعتبار نہیں، اور اگر بالفرض یہ اعلان ہو کہ فلاں فلاں قاضی نے شہادت مان لی ہے، یا انہوں نے عید کا حکم کردیا ہے اور اعلان کرنے والا مسلمان ہے، تب بھی ایک ریڈیو کا اعلان خبر واحد شمار ہوگا، ہلال عید ثابت نہ ہوگا، البتہ ہلال رمضان ثابت ہوجائے گا، اور اگر دو، یا زیادہ ریڈیو سے اس نوعیت کی اطلاع آئے، تو ہلال عید میں اب بھی اعتبار نہ ہوگا، لعدم الشرائط المرقومۃ للشہادۃ، البتہ تابع مواضع میں اعلان میں اعتبار ہوگا۔

(۱) الأصل أن يكون الشاهد مسلماً، فلا تقبل شهادة الكفار، سواء كانت الشهادة على مسلم أم على غير مسلم، واستشهدوا شهيدين من رجالكم (البقرة: ٢٨٢) وقوله: وأشهدوا ذوى عدل منكم (الطلاق: ١)، والكافر ليس بعدل وليس منا، ولأنه أفسق الفسّاق ويكذب على الله تعالى، فلا يؤمن منه الكذب على خلقه۔ (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج:٢٦،ص:٢٢٢).

(د) ریڈیو سے اس لاؤڈ اسپیکر کے اعلان کی خبر کا اعتبار نہیں، نیز مختلف ریڈیو سے یہ اعلان کہ مدارس، بمبئی پٹنہ میں چاند دیکھا گیا، اس کا بھی اعتبار نہیں بوجوہ مذکورہ (ج)۔

(ہ) شرائط مذکورہ، اعلان کنندہ کی اگر موجود ہوں، تب بھی ہلال عید میں اعتبار نہیں؛ کیونکہ خبر واحد ہے۔

۳۔ تار اور ٹیلیفون کی خبر ہلال رمضان میں ان شرائط کے ساتھ جو ماقبل میں مذکور ہیں، معتبر ہے اور ہلال عید میں معتبر نہیں، بوجہ عدم تحقیق شرائط کے جس کی مفصل وجہ ماقبل میں مذکور ہوئی۔

۴۔ اگر ذمہ دارانہ طریقہ سے اعلان کیا جاتا ہے اور اعلان کرنے والا بھی مسلمان ہے، تو جو مقامات وہاں کے تابع ہیں، ان جگہوں کے لئے یہ اعلان کافی ہے، اور جو جگہیں تابع نہیں، مگر بعد مسافت اتنا نہیں کہ اختلاف مطالع کا اعتبار ہو، تب رمضان کے ثبوت میں اس کا اعتبار ہوگا، اور ہلال عید کے لئے غیر تابع مواضع میں شہادت ضروری ہے؛ لہٰذا اس اعلان کا اعتبار نہ ہوگا، اور جو اعلان ذمہ دارانہ طریقے سے نہیں ہوتے، ان کا کوئی اعتبار نہیں۔

۵۔ ہلال رمضان میں ایک عورت مسلمہ عادلہ کی خبر شرائط مذکورہ کے ساتھ معتبر ہے، نیز تابع جگہوں کے اعلان میں معتبر ہے، ہلال عید میں اعتبار نہیں، واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ وجیہ غفرلہ
الجواب صحیح، ظفر احمد عثمانی غفرلہ
مدرسہ دار العلوم الاسلامیہ، ٹنڈوالہ یار
ضلع حیدرآباد، سندھ

☆☆☆

جواب: مفتی محمد یحییٰ قاسمیؒ ☆، مفتی امارت شرعیہ، پھلواری شریف پٹنہ

ا۔الف

اختلاف مطالع کے وجود میں فقہاء کا اتفاق ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ دور دور کے ملکوں میں نفس الامر اور واقع کے اعتبار سے مطالع کا اختلاف ہے، اختلاف صرف اس بارے میں ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار باب الصوم میں ہے یا نہیں؟

☆ مفتی محمد یحییٰ قاسمی ایک مستند عالم دین، ماہر فقیہ اور کہنہ مشق مدرس تھے، آبائی وطن رتن پورہ دربھنگہ بہار تھا، والد کا نام محمد ذاکر حسین تھا، ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی جو خود ایک اچھے مدرس تھے، اس کے بعد مدرسہ امدادیہ لہریا سرائے دربھنگہ سے کسب فیض کیا، پھر دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے، اور وہیں سے فراغت حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں مولانا حسین احمد مدنی، شیخ الادب مولانا اعزاز علی اور مفتی مہدی حسن صاحب قابل ذکر ہیں، فراغت کے بعد افتاء بھی دیوبند سے کیا۔

فراغت کے بعد فوراً مدرسہ امدادیہ دربھنگہ میں مدرس مقرر ہوئے، پھر امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانی کی ایماء پر جامعہ رحمانی منتقل ہوگئے، جہاں تدریس کے ساتھ امارت شرعیہ کے فتاوی بھی تحریر کرتے، موصوف نے تقریباً پچاس تک تدریسی خدمت انجام دی اور اپنے پیچھے ہزاروں شاگرد چھوڑ گئے، جن میں مولانا محمد قاسم مظفرپوری، قاضی عمران صاحب بالاساتھ، مولانا عتیق صاحب بستہ، مولانا محمد اسلم وغیرہ قابل ذکر ہیں، انہوں نے ابتدائی کتب سے لے کر منتہی درجہ کی کتابیں ترمذی وغیرہ پڑھائیں، سابق امیر جماعت کے مشورہ سے آپ نے کچھ دن مرکز میں قیام کیا، اسی عرصہ میں موجودہ امیر مولانا سعد صاحب کو نور الانوار، شرح وقایہ وغیرہ پڑھایا۔

اصلاحی تعلق اولاً مولانا حسین احمد مدنی سے قائم کیا، پھر قاری صدیق احمد باندوی صاحب کی طرف سے اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔

آپ کا انتقال ۱۳/اپریل ۲۰۱۲ء کو آبائی وطن میں ہوا، پسماندگان میں دو صاحبزادگان مولانا محمد عریف الرحمٰن مظاہری اور مولانا محمد لطیف الرحمٰن مظاہری ہیں، اس کے علاوہ متعدد پوتے اور ایک نواسہ بھی ہے۔

اعلم أن نفس اختلاف المطالع لا نزاع فيه بمعنى أنه قد يكون بين البلدتين بعد، بحيث يطلع الهلال ليلة كذا ،فى إحدى البلدتين دون الأخرى، وكذا مطالع الشمس............... وإنما الخلاف فى اعتبار اختلاف المطالع، بمعنى أنه هل يجب على كل قوم اعتبار مطلعهم، ولا يلزم أحدا العمل بمطلع غيره،أم لا يعتبر اختلافها، بل يجب العمل بالأسبق رؤية الخ.... (رد المحتار ج:٢ ص:٣٩٣، قبيل باب ما يفسد الصوم) .

حنفیہ کا مشہور مسلک ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف مطالع باب الصوم میں معتبر نہیں، چاہے دنیا کے کسی حصہ سے رویت کی خبر شرعی طریقہ پر پہنچ جائے، مسلمانوں پر صوم ضروری ہوگا۔

درمختار میں ہے:

واختلاف المطالع ....غير معتبر على ظاهر المذهب، وعليه أكثر المشائخ، وعليه الفتوى، بحر عن الخلاصة، فيلزم أهل المشرق برؤية أهل المغرب إذا ثبت عندهم رؤية أولئك بطريق موجب، كما مر.(رد المحتار ج:٢ ص:٣٩٣، قبيل باب ما يفسد الصوم) .

البحر الرائق میں ہے:

(ولا عبرة باختلاف المطالع) فإذا رآه أهل بلدة، ولم يره أهل بلدة أخرى، وجب عليهم أن يصوموا برؤية أولئك، إذا ثبت عندهم بطريق موجب، ويلزم أهل المشرق برؤية أهل المغرب، وقيل يعتبر فلا يلزمهم برؤية غيرهم إذا اختلف المطلع، وهو الأشبه، كذا فى التبيين، والأول ظاهر الرواية ،وهو الأحوط، كذا فى فتح القدير، وهو ظاهر المذهب، وعليه الفتوى ،كذا فى الخلاصة، أطلقه فشمل ما إذا كان بينهما تفاوت بحيث يختلف المطلع أولا. (البحر الرائق ج:٢ ص:٢٩٠ كتاب الصوم).

خلاصۃ الفتاوی میں ہے:

ولو صام أهل بلدة ثلثين يوما للرؤية، وأهل بلدة أخرى تسعة وعشرين يوما للرؤية، فعليهم قضاء يوم، ولا عبرة باختلاف المطالع فى ظاهر الرواية، وعليه الفتوى، أبو الليث، وبه كان يفتى شمس الأئمة الحلوائى، قال: لو رأى أهل المغرب هلال رمضان يجب الصوم على أهل المشرق، وفى التجريد: اعتبر اختلاف المطالع. (خلاصة الفتاوى ج:۲ ص:۲۴۹).

درمختار سے یہ بات واضح ہوئی کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں، اکثر مشائخ اسی مسلک پر ہیں اور اسی پر فتوی بھی ہے، بحر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ظاہر الروایۃ پر عمل کرنا احوط ہے۔

خلاصۃ الفتاوی سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں، اور اسی پر فتوی ابو اللیث سمرقندی متوفی ۳۷۳ھ (جواہر المضیئۃ ج ۲ ص ۶۱۰، بنام نصر بن محمد ص ۱۹۶ ج ۲ کا ہے اور یہی فتوی شمس الائمۃ حلوانی متوفی ۴۴۸ھ یا ۴۴۹ھ یا ۴۵۲ھ یا ۴۵۶ھ مفتاح السعادۃ ص ۱۳۵ ج ۲ کا ہے)۔

یہ بات اہل علم کی نظر میں ہوگی کہ شمس الائمۃ، حلوانی شمس الائمۃ سرخسی صاحب مبسوط کے استاد ہیں (مفتاح السعادۃ ص ۱۲۵ ج ۲ و جواہر المضیئۃ ص ۳۱۸ ج ۱ ۸۴۷ بنام عبد العزیز بن احمد شمس الائمۃ حلوانی کا خود قول کیا ہے، فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:

أهل بلدة إذا رأوا الهلال، هل يلزم فى حق كل بلدة؟ اختلف فيه، فمنهم من قال لا يلزم، فإنما المعتبر فى حق كل بلدة رؤيتهم، وفى الخانية: لا عبرة باختلاف المطالع فى ظاهر الرواية، وفى القدورى إن كان بين البلدتين تفاوت لا يختلف به المطالع يلزم، وذكر شمس الائمة الحلوانى أنه الصحيح من مذهب أصحابنا، انتهى. (فتاوى تاتار خانيه ج:۳ ص:۳۶۵).

تاتارخانیہ میں جو عبارت بحوالہ قدوری ہے، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شمس الائمۃ حلوانی کے نزدیک جن دو بلاد میں اتنا تفاوت ہے، جس سے اختلاف مطالع ہوتا ہے، وہاں اختلاف مطالع کا اعتبار ہے، اور ان کا یہ قول بھی ہے کہ ہمارے اصحاب حنفیہ کا صحیح قول یہی ہے، کیا کوئی فقیہ یہ سمجھ سکتا ہے کہ اصحاب حنفیہ کا جو صحیح قول ہے، اس کے خلاف شمس

الائمۃ حلوانی کا فتوی ہوگا؟ اور جب شمس الائمۃ کا فتوی ظاہر الروایۃ پر ہے، اور شمس الائمۃ کے نزدیک اصحاب حنفیہ کا صحیح قول اختلاف مطالع کے اعتبار کا ہے، تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جو صحیح قول اصحاب حنفیہ کا ہے، وہی ظاہر الروایۃ ہے اور وہی شمس الائمۃ کا مفتی بہ ہے۔

یہ ذہن میں رہے کہ شمس الائمۃ حلوانی فقہاء کے طبقہ ثالثہ میں ہیں، اور اس سے اوپر امام ابو یوسف وامام محمد رحمہما اللہ وغیرہ ہی ہیں کوئی اور نہیں، اس لئے جو بات انہوں نے کہی ہے، جب تک اس کے خلاف کوئی قول امام ابو یوسف، امام محمد رحمہما اللہ، وغیرہ کا نہیں آتا یا کم از کم ان کے مقابل طبقہ ثالثہ کے کسی فقیہ کا نہیں آتا، اس کو رد کرنا مشکل ہے۔

صاحب بدائع کے قول سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے، بدائع میں ہے:

"ولو صام أهل بلدة ثلاثين يوما، وصام أهل بلدة أخرى تسعة وعشرين يوما، فإن كان صوم أهل ذلك البلاد برؤية الهلال وثبت ذلك عند قاضيهم، أو عدوا شعبان ثلثين يوما، ثم صاموا رمضان، فعلى أهل البلاد الأخرى قضاء يوم؛ لأنهم أفطروا يوما من رمضان لثبوت الرمضانية، برؤية أهل ذلك البلد، وعدم رؤية أهل البلد لا يعتبر فى رؤية أولئك، إذا انعدم لا يعارض الوجود ....هذا إذا كانت المسافة بين البلدتين قريبة، لا تختلف فيها المطالع، فأما إذا كانت بعيدة، فلا يلزم إحد البلدتين حكم الآخر، لأن مطالع البلاد عند المسافة الفاحشة تختلف، فيعتبر فى أهل كل بلد مطالع بلدهم، دون البلد الآخر". (بدائع الصنائع ج:۲ ص:۸۳).

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کی عبارت ذیل سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے:

"وفى الاختيار، وذكر فى فتاوى الحسامية، إذا صام أهل مصر ثلثين يوما برؤية، وأهل مصر آخر تسعة وعشرين يوما برؤية، فعليهم قضاء يوم إن كان بين المصرين قرب، بحيث يتحد المطلع، وإن كان بعد بحيث يختلف، لا يلزم أحد المصرين حكم الآخر". (مجمع الأنهر ج:۱ ص:۲۳۹).

مختارات النوازل کی عبارت میں بھی اسی کی تائید ہے:

"أهل بلدة صاموا تسعة و عشرين يوما بالرؤية، وأهل بلدة أخرى صاموا ثلثين يوما بالرؤية ،فعلى الأول قضاء يوم إذا لم تختلف المطالع بينهما،وأما إذا اختلف لا يجب القضاء".(مجموعة الفتاوى ج:۱ص:۷۹ مطبع يوسفى ۱۳۲۱ھ) .

دلیل کے اعتبار سے جوحضرات اختلاف مطالع کے اعتبار کے قائل ہیں، وہ بہت ہیں، علامہ زیلعی شارح کنز،تبیین الحقائق میں لکھتے ہیں:

"والأشبه أن يعتبر ،لأن كل قوم مخاطبون بما عندهم ،وانفصال الهلال عن شعاع الشمس يختلف باختلاف الأقطار، كما أن دخول الوقت وخروجه يختلف باختلاف الأقطار،حتى إذا زالت الشمس فى المشرق لا يلزم منه أن تزول فى الغرب ،وكذا طلوع الفجر وغروب الشمس، بل كلما تحركت الشمس درجة، فتلك طلوع فجر لقوم ،وطلوع شمس لآخرين ، وغروب لبعض، ونصف ليل لبعضهم". (تبيين الحقائق ج:۱ص:۳۲۱) .

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے:

"(وقيل يختلف باختلاف المطالع) وفى التبيين، والأشبه أن يعتبر هذا القول؛ لأن كل قوم يخاطبون بما عندهم، وانفصال الهلال عن شعاع الشمس، يختلف باختلاف الأقطار، كما أن دخول الوقت وخروجه يختلف باختلافها،وقال فى الدرر يؤيده ما مر فى أول كتاب الصلاة ،أن صلاة العشاء والوتر لا يجب بفاقد وقتهما".(مجمع الأنهر، ج:۱ص:۲۳۹).

ملاعلی قاری شارح نقایہ،شرح نقایہ میں لکھتے ہیں:

"والأشبه من حيث الدليل هو الاعتبار باختلافها،كما فى دخول وقت الصلاة، لأن السبب شهود الشهر، فإذا انعقد بالرؤية فى حق قوم، لا يلزم أن ينعقد فى حق غيرهم مع اختلاف المطالع ،كمالو زالت الشمس أو غربت على قوم دون آخرين ،يجب الظهرأو المغرب على الأولين دون أولئك ؛ لعدم

انعقاد السبب فى حقهم، واختار صاحب التجريد وغيره من المشائخ اعتبار اختلاف المطالع". (شرح نقايه ج:۱ ص:۳۳۹ ،كتاب الصوم قبيل فصل فيما يفسد الصوم ومالا يفسده).

طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے:

(قوله على ظاهر المذهب) وقيل يعتبر ؛لأن انفصال الهلال عن شعاع الشمس يختلف باختلاف الأقطار، كما فى دخول الوقت وخروجه، حتى إذا زالت الشمس فى المشرق لا يلزم منه أن تزول فى المغرب، وكذا طلوع الفجر وغروب الشمس، بل كلما تحركت الشمس درجة، فتلك طلوع الفجر لقوم وطلوع الشمس لآخرين، وغروب لبعض ونصف ليل للآخرين. (طحطاوى ج:۱ص:۴۴۹ ،كتاب الصوم قبيل باب ما يفسد الصوم ومالا يفسده).

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ "مصطفیٰ" شرح مؤطا میں رقم طراز ہیں:

"اگر ہلال در یک شہر دیدہ شد، ودرشہر دیگر تفحص کردند ونہ دیدند، اگرآن شہر قریب است، لازم است حکم رویت ایشاں، واگر بعید است لازم نیست۔ بحدیث ابن عباس وبقیاس برمسئلہ فطر وحج کہ درحدیث منصوص شدہ"۔(مصفی،ص:۲۲۷،قبیل باب لاصوم لمن لایبیت الصوم)۔

مولانا عبدالحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ مجموعۃ الفتاوی میں لکھتے ہیں:

"ونزد طائفہ از محققین حنفیہ ایں است ،کہ بلادی کہ بحسب قواعد علم ہیئت اختلاف دارند، ومقدارش نزد ایشان مسافت یک ماہ است، درآں اختلاف مطالع معتبر شدہ حکم یک بلدہ دیگر ملزوم نخواہد شد، ودر بلاد متقاربہ کہ مسافت کم از یک ماہ دارند، بثبوت رویت یک بلدہ بلدہ دیگر ملزوم خواہد"۔(مجموعۃ الفتاوی ج:۲ص:۱۳۳،مطبوعہ یوسفی ۱۳۲۱ھ)۔

انوارالمحمود علی سنن ابی داؤد میں علامہ انورشاہ کشمیری کی تقریر کونقل کرتے ہوئے پانچ مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد جامع تقریر لکھتے ہیں:

وقال الزيلعي شارح كنز الدقائق: لا تختلف المطالع إذا لم يكن بين البلدتين تفاوت، أما إذا كان بينهما تفاوت،تختلف المطالع، ولا يلزم حكم إحدى البلدتين البلدة الأخرى، قلت: لا بد من تسليم هذا، وإلا يلزم وقوع العيد يوم السابع و العشرين أو الثامن والعشرين أو يوم الحادى والثلثين أو الثانى والثلثين، فإن هلال قسطنطينية ربما يتقدم على هلال الهند بيو مين،فإذا صمنا على هلال الهند،ثم بلغنارؤية هلال قسطنطينية،يلزم تقديم الفطر أو يلزم تأخير الفطر، وقال الزيلعي كذلك فى تجريد القدورى، وبه قال الجرجانى. ١ نتهى.(انوار المحمود، ص:٧٢، باب إذا رؤى الهلال فى بلد قبل الآخرين بليلة).

علامہ انورشاہ کشمیریؒ کاقول ’’العرف الشذی علی جامع الترمذی‘‘ میں یہ ہے:

”إذا رأى أهل بلدة الهلال وانتقلت الرؤية إلى بلدها بما لها من الشروط كما مر، وثبت لهم الهلا ل بثبوت شرعى، ففى عام كتبنا أن أهالى هذه البلدة الثانية، يجب عليهم اتباع أهل البلدة الأولى، ولو كان بين البلدتين مسافة شرق و غرب، ويسمى هذا الاتباع بأنه لا عبرة باختلاف المطالع، وأما فى فطر كل يوم والصلوات الخمسة ، فيعتبر اختلاف المطالع، وقال الزيلعى شارح الكنز : إن عدم عبرة اختلاف المطالع إنما فى البلاد المتقاربة لا البلاد النائية، وقال كذلك فى تجريد القدورى، وقال به الجرجانى، أقول لا بد من تسليم قول الزيلعى وإلا فيلزم وقوع العيد يوم السابع والعشرين، أو الثامن والعشرين ،أو يوم الحادى والثلثين أو الثانى والثلثين، فإن هلال بلاد قسطنطينية ربما يتقدم على هلالنا بيومين،فإذا صمنا على هلالنا، ثم بلغنا رؤية هلال بلاد قسطنطينية، يلزم تقديم العيد أو يلزم تأخير العيد ....وكنت قطعت بما قال الزيلعى، ثم رأيت فى قواعد ابن رشد إجماعاً على اعتبار اختلاف المطالع فى البلدان النائية“. (العرف الشذى، ص:٧٨٥، و ص:٧٨٦، باب ما جاء أن الصوم لرؤية الهلال والإفطار،مطبوعه حميديه، ديوبند).

حاصل یہ ہے کہ ساری دنیا کا مطلع ایک نہیں ہے، کسی ایک جگہ کی رویت کو ساری دنیا کے لئے رویت تسلیم کرنا اوراس پر صوم وافطار کا حکم اٹھانا، نہ عقلاً درست ہے، اورنہ شرعاً صحیح ،دلائل بالا اس پر شاہد ہیں۔

ب۔ اس سلسلہ میں بھی اختلاف ہے، بعض کے نزدیک مسافت قصر ہی بعد کا سبب ہو جاتا ہے اور یہ بعد ہی ایک جگہ کی رویت کو دوسری جگہ کے لئے صوم کا سبب لازم قرار نہیں دیتی ؛مگران کے نزدیک ایک جگہ کی رویت دوسری جگہ کے لئے لازم نہ ہونے کی وجہ ،دفع حرج ہے، اختلاف مطالع نہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ (مصفی) میں تحریر فرماتے ہیں:

وظاہر آنست کہ مراداز بعد مسافت قصراست وایرادنہ کردہ شود، کہ مسافت قصررا بامر ہلال ہیچ تعلق نیست زیرا کہ مشروعیت اکتفائی ہر ناحیۃ برویت بوداز جہۃ حرج است، در تکلیف بابلاغ اخبارنہ از جہت اختلاف مطالع ۔(مصفی،ص:۲۲۷)۔

جو بعد اختلاف مطالع کا باعث ہے اس کی مقدار علامہ شامی نے قہستانی عن الجواہر کے حوالہ سے ایک ماہ کی مسافت بتائی ہے، شامی کی عبارت یہ ہے:

”وقدر البعد الذى تختلف فيه المطالع مسيرة شهر، فأكثر على ما فى القهستانى عن الجواهر، اعتباراً بقصة سليمان عليه السلام ،فإنه قد انتقل كل غدو ورواح ،من إقليم إلى إقليم وبينهما شهر“.ا نتهى(رد المحتار ٢ ص:٩٩، قبيل باب ما يفسد الصوم) .

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں بھی یہی مقدار لکھی ہے:

”وحده على مافى الجواهر ،مسيرة شهر فصاعداً ،اعتباراً بقصة سليمان عليه السلام، فإنه انتقل كل غد و ورواح من إقليم إلى إقليم، وبين كل منهما مسيرة شهر“.انتهى (ملتقى الأبحر، ص:٢٣٩ ،قبيل باب موجب الفساد) .

جامع الرموز میں بھی یہی ہے،اورعبارت بعینہ یہی ہے(جامع الرموز:اص:۱۹۷)۔

علامہ زیلعی نے ''تبیین الحقائق'' میں اختلاف مطالع کے معتبر ہونے پر حدیث کریب سے استدلال کیا ہے، اس سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، کہ مسیرۃ شہر ہی اختلاف مطالع کا باعث ہے، اس لئے کہ مدینہ اور شام میں ایک ماہ کی مسافت ہے، عبارت یہ ہے:

والدليل على اعتبار المطالع ،ما روى عن كريب أن أم الفضل بعثته إلى معاوية بالشام، فقال فقدمت الشام وقضيت حاجتها، واستهل عليّ شهر رمضان وأنا بالشام، فرأيت الهلال ليلة الجمعة ،ثم قدمت المدينة فى آخر الشهر ،فسألنى عبدالله بن عباس، ثم ذكر الهلال فقال: متى رأيتم الهلال، فقلت رأيناه ليلة الجمعة، فقال أنت رأيته فقلت نعم،ورآه الناس، وصاموا ، وصام معاوية، فقال لكنا رأيناه ليلة السبت، فلا نزال نصوم حتى نكمل ثلثين ، أو نراه، فقلت: أو لا نكتفى برؤية معاوية وصيامه، فقال: لا، هكذا أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم. (تبيين الحقائق ج:١ ص:٣٢١، قبيل باب ما يفسد الصوم ومالا يفسده).

ملا علی قاری نے بھی شرح نقایہ میں اختلاف مطالع کے اعتبار پر اسی حدیث سے استدلال کیا ہے، عبارت یہ ہے:

”واختار صاحب التجريد وغيره من المشائخ، اعتبارا باختلاف المطالع، لما روى الجماعة، إلا البخارى من حديث كريب ،أن أم الفضل بعثته إلى معاوية بالشام، قال فقدمت الشام و قضيت حاجتها واستهل عليّ رمضان وأنا بالشام، فرأيت الهلال ليلة الجمعة ثم قدمت المدينة فى آخر الشهر، فسألنى ابن عباس،قال متى رأيتم الهلال؟ قلت ليلة الجمعة ،فقال أنت رأيته؟ قلت نعم ،ورآه الناس، فصاموا وصام معاوية ،فقال لكنا رأيناه ليلة السبت، فلا نزال نصوم حتى نكمل ثلثين ،أو نراه أى الهلال، فقلت: أو لا نكتفى برؤية معاوية وصيامه، فقال لا، هكذا أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم، شك أحد رواته فى نكتفى بالنون أو بالتاء،ولا شك أن هذ األولى؛ لأنه نص، وذلك

يحتمل أن يكون المراد أمر أهل كل مطلع بالصوم، إذا رأوه هكذا، قال بعض المحققين: وأجيب بأنه جاز أن يكون مذهب ابن عباس أنه من باب الشهادة ، فلذا لم يقبل قول كريب وحده، و يكون قوله هكذا أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ؛يعنى باعتبار قوله: فإن غم عليكم فأكملوا .(شرح نقايه: ١٧٢).

حدیث کریب سے جہاں اختلاف مطالع پر استدلال درست ہے، وہیں اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک ماہ کی مسافت بہرحال اختلاف مطالع کا سبب بنے گی۔

علامہ شوکانی نے اس حدیث سے اختلاف مطالع پر استدلال کرنے والوں کو جواب دیتے ہوئے یہ لکھا ہے، چاہے بدرجہ مجبوری ہی سہی۔

غاية أن يكون فى المحلات التى بينها من البعد، ما بين المدينة والشام أو أكثر، وأما فى أقل من ذلك فلا ،و هذا ظاهر .(أنوار المحمود ص:٧٣).

حدیث کریب کا چند جواب ان حضرات نے دیا ہے، جو اختلاف مطالع کے قائل نہیں، محقق ابن ہمام نے ان جوابات کو نقل کیا ہے جو یہ ہیں:

وقد يقال: إن الإشارة فى قوله هكذا، إلى نحو ما جرى بينه و بين رسول أم الفضل، و حينئذ لا دليل فيه؛ لأن مثل ما وقع من كلامه، لو وقع لنا لم نحكم به ،لأنه لم يشهد على شهادة غيره ولا على حكم الحاكم ،فإن قيل إخباره عن صوم معاوية يتضمنه؛لأنه الإمام، يجاب بأنه لم يأت بلفظ الشهادة، ولو سلم فهوواحد، لا يثبت بشهادته وجوب القضاء على القاضى والله سبحانه وتعالى أعلم. (فتح القدير، فصل فقد الناس أن يلتمسوا الهلال ج:٢ ص:٥٣).

لیکن سوال یہ ہے کہ یہ سب احتمالات ہیں، کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کریب کی بات اس لئے نہیں مانی کہ شہادت کے لفظ کو ادا نہ کیا، یا اس لئے کہ ایک کی شہادت سے وجوب قضاء ثابت نہیں ہوتا، یا یہ کہ ھکذا کا اشارہ فان غم والی حدیث کی طرف

ہو؟ آخر اس کے ماننے میں کیا خرابی ہے کہ حضرت ابن عباس نے کریب کی بات اس لئے نہیں مانی کہ، شام اور مدینہ میں اتنی مقدار مسافت ہے جو اختلاف مطالع کا سبب ہے، جب کہ ابن عباسؓ کا مسلک یہ ہے کہ ایک بلد کی رویت دوسرے بلد کے لئے حجت نہیں۔

بزازیہ میں ہے:

وفي الحاوي: أهل بلدة رأوا الهلال في ليلة الثلاثاء، وأخرى في ليلة الأربعاء، فلكل ما رأوا، قال ابن عباس رضي الله عنه :فيه لهم ما لهم، ولنا ما لنا.
(بزازية، كتاب الصوم الاول في الشهادة على الهلال) .

جب حضرت ابن عباس کا مسلک یہ ہے کہ، ایک بلد کی رویت دوسرے بلد کے لئے حجت نہیں، تو یہ صاف طور پر اس احتمال کو قوی کر دیتا ہے کہ، ھکذا کا اشارہ اس طرف ہو کہ شام کی رویت مدینہ کے لئے لازم نہیں۔

اس لئے ان عبارتوں سے میرے نزدیک راجح یہی ہے کہ ایک ماہ کی مسافت اختلاف مطالع کا سبب بنے گی، جن دوملکوں یا شہروں میں اس سے کم مسافت ہوگی، وہاں اختلاف مطالع کا اعتبار نہ ہوگا، اور جن ملکوں یا شہروں میں ایک ماہ یا اس سے زیادہ مسافت ہوگی، وہاں اختلاف مطالع کا اعتبار ہوگا، اور اس جگہ کی رویت دوسری جگہ کے لئے لازم نہ ہوگی۔

مولانا عبدالحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ نے مجموعۃ الفتاوی میں لکھا ہے:

واصح المذاہب عقلا ونقلا ہمیں است، کہ ہر دو بلدہ کہ فیما بین آنہاں مسافت باشد کہ دراں اختلاف مطالع می شود وتقدیرش مسافت یک ماہ است، دریں صورت حکم رویت یک بلدہ بہ بلدہ دیگر نخواہد شد، ودر بلاد متقاربہ کہ مسافت کم از یک ماہ داشتہ، باشندہ حکم رویت یک بلدہ بہ بلدہ دیگر لازم خواہد شد، بشرطیکہ ثبوت آں بطریق موجب شدہ باشد الخ.. (مجموعۃ الفتاوی، ج:۲ص:۱۳۴و۱۳۵ مطبوعہ یوسفی ۱۳۲۱ھ)۔

علامہ انور شاہ کشمیری محدث علیہ الرحمہ نے اس کو مبتلی بہ پر چھوڑ دیا ہے۔

وأما تحديد القرب والنأي، محمول إلى المبتلى به، ليس له حد معين. (العرف الشذي، باب ما جاء أن الصوم لرؤية الهلال والإفطار له،

ص:۲۸۶، رحيميه ديوبند) .

اور یہی انوار المحمود میں لکھا ہے۔

ج۔ ہوائی جہاز کی بلندی اگر اتنی ہے جو اختلاف مطالع سے متاثر ہوتی ہے، اور دونوں کے افق میں فرق پڑتا ہے، تو ہوائی جہاز کی رویت نیچے والوں کے لئے لازم نہ ہوگی اور اگر دونوں افق میں اتنا فرق نہیں ہے جو اختلاف مطالع کا سبب بنے، تو لازم ہوگی۔

درمختار میں ہے:

(وقوله:بلا علة جمع عظيم) ....وعن الإمام أنه يكتفي بشاهدين، واختاره في البحر، وصحح في الأقضية الاكتفاء بواحد إن جاء من خارج البلد، أو كان على مكان مرتفع ،واختاره ظهير الدين. (الرد مع الدر، ج:۲ ص:۳۸۸، كتاب الصوم).

لیکن اس عبارت میں علی مکان مرتفع کو بالکل عام رکھنا صحیح نہ ہوگا، اس لئے کہ اس زمانہ میں مکان مرتفع عام طور پر اتنا ہوتا ہی نہ تھا، جو اختلاف مطالع اور افق کا سبب بنے، اور آج ہوائی جہاز اتنی بلندی پر جا سکتا ہے اور جاتا ہے کہ، اس بلندی اور زمین کے مطلع اور افق میں کافی فرق ہے، اس لئے اتحاد افق ومطلع کے ساتھ اس کو مقید کرنا ضروری ہے کہ اس زمانہ کے فقہاء کے سامنے یہی تھا۔

۲۔ الف۔ ریڈیو سے آنے والی خبر کو شہادت کہنا، یا اس میں شہادت کی شرائط تلاش کرنا صحیح نہیں، یہ سرے سے شہادت ہے ہی نہیں، شرعاً تو اس لئے نہیں ہوسکتی کہ شہادت کے لئے بہت سی شرطیں ہیں، بعض تحمل شہادت کی، بعض اداء شہادت کی، بعض عام، بعض خاص، جس کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے۔ (ردالمحتار کتاب الشہادۃ، ج:۴ ص:۳۸۵) جن میں اکثر کا یہاں وجود نہیں، پھر شہادت مشاہدہ کے معنی کو متضمن ہے، جس کے معنی رویت عینی کے ہیں وہ بھی نہیں۔

اور عادۃً بھی اس کو شہادت کہنا درست نہیں کہ، نہ یہ اس کام کے لئے بنا ہے، اور نہ اس کا استعمال اس کے لئے ہوتا ہے، اور نہ دنیاوی عدالت میں اس کو شہادت کی حیثیت

حاصل ہے۔

ریڈیو کے اعلان کی حیثیت صرف اعلان وخبر کی ہے اور بس، اگر اس کی خبر سے رویت کے ثبوت کا ظن غالب حاصل ہوتا ہے، تو اس پر حکم کا لزوم ہوگا ورنہ نہیں۔

ب۔ ریڈیو کی خبر کی حیثیت صرف اعلان کی ہے اس سے آگے نہیں، جس جگہ سے یہ اعلان ہو رہا ہے، اگر رویت شرعی کے ثبوت کے بعد ذمہ دارانہ اعلان کرایا جا رہا ہے، تو ہر اس شخص پر جس کو یہ خبر معلوم ہوئی اور اس کو اس کا علم ہے، کہ یہ اعلان شرعی تحقیق کے بعد ہو رہا ہے، یا اسے اب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ اعلان شرعی ثبوت کے بعد ہوا ہے، تو ایسے تمام اشخاص پر اس اعلان کے مطابق عمل کرنا واجب اور ضروری ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وجوب صوم وافطار تو رویت کے ثبوت شرعی کے بعد ہوتا ہے، اور جب سننے والوں کو یہ علم ہو چکا کہ رویت شرعا ثابت ہو چکی، تو اب ان کے لئے اس کے خلاف عمل کرنا کیسے جائز ہوگا؟

جس طرح پہلے زمانہ میں بادشاہ یا قاضی کے اعلان پر، ہر اس شخص کو عمل ضروری تھا جس نے یہ اعلان سنا، اور اسی طرح ہر اس شخص پر ضروری تھا جس کو اس اعلان کی خبر بالواسطہ بطریق استفاضہ پہونچی، اسی طرح آج بھی یہ اعلان جس شخص کے پاس بالواسطہ یا بلا واسطہ پہونچا، اور اس کو یہ تحقیق ہو چکی کہ رویت ثابت ہو چکی، تو اس پر عمل ضروری ہوگا، اس لئے نہیں کہ اعلان سبب لزوم ہے؛ بلکہ اس لئے کہ رویت کا ثبوت ہو چکا، جو عمل کے لزوم کا سبب ہے، صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته، اس پر دال ہے، صوم وافطار کو ثبوت رویت پر ضروری قرار دیا گیا ہے، چاہے جس شرعی طریقہ پر بھی اس کا ثبوت ہو جائے۔ فقہاء نے ثبوت رویت کے تین طریقے بتائے ہیں، دو شاہد کی شہادت رویت پر، دو شاہد کی شہادت حکم قاضی پر، اور استفاضہ پر۔

درمختار میں:

يلزم أهل المشرق برؤية أهل المغرب إذا ثبت عندهم رؤية أولئك بطريق موجب. (الرد مع الدر ج:۲ ص:۳۹۴).

عبارت پر نظر رہے کہ رویت کے ثبوت پر لزوم کا حکم ہے، جواز کا نہیں۔

علامہ شامی نے لکھا ہے:

(قوله بطريق موجب) كان يتحمل اثنان: الشهادة أو يشهدا على حكم القاضي أو يستفيض الخبر. (رد المحتار ج:۲ ص:۹۹).

استفاضہ کی تعریف خود علامہ شامی نے ایک ورق پہلے یہ نقل کی ہے:

(تنبيه) قال الرحمتي: معنى الاستفاضه أن تاتي من تلك البلدة جماعات متعددون، كل منهم يخبر عن أهل تلك البلدة، أنهم صاموا عن رؤية، لا مجر دشيوع من غير علم عن إشاعة. (رد المحتار ج:۲ ص:۹۷).

یعنی جس آبادی میں رویت ہوئی ہے، وہاں سے ہر آنے والا یہ خبر دیتا ہے کہ اس آبادی والے نے رویت پر روزہ رکھا ہے، کس کی رویت ہے کسی نے شہادت لی ہے، اس کی کوئی شرط نہیں۔

علامہ شامی نے اس سے کچھ ہی پہلے جو عبارت لکھی ہے، اس میں استفاضہ کی حیثیت خبر متواتر کی قرار دی ہے اور اس کو شہادت سے قوی بتایا ہے، لکھتے ہیں:

الاستفاضه ليس فيها شهادة على قضاء قاض ولا على شهادة، لكن لما كانت بمنزلة الخبر المتواتر، وقد ثبت بها أن أهل تلك البلدة صاموا يوم كذا، لزم العمل بها، لأن البلدة لا تخلوعن حاكم شرعي عادة ،فلا بد من أن يكون صومهم مبنيا على حكم حاكمهم الشرعي، فكانت تلك الاستفاضه بمعنى نقل الحكم المذكور ،وهي أقوى من الشهادة بأن أهل تلك البلدة رأوا الهلال وصاموا؛ لأنها لا تفيد اليقين ....بخلاف الاستفاضه، فإنها تفيد اليقين. (رد المحتار ج:۲ ص:۹۷).

شہادت کے قوی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ، جو علم شہادت سے حاصل ہوتا ہے وہ غلبہ ظن ہے، اور جو علم خبر متواتر اور استفاضہ سے حاصل ہوتا ہے، وہ یقین ہے، جو غلبہ ظن سے قوی ہے، اعمال میں صرف غلبہ ظن کافی ہے، یقین کی احتیاج عقائد میں ہے، اعمال میں نہیں، جب دوسری آبادی کی خبر بطریق استفاضہ پہونچ جانے کے بعد صوم وافطار کو لازم

کرسکتی ہے، تو کیا وجہ ہے کہ ریڈیو کی خبر، جب ہر آبادی میں اصالۃ پہونچتی ہے، اور سننے والوں کے ذریعہ گاؤں کے دوسرے لوگوں تک بھی پہنچ جاتی ہے اور انہیں اس کا ظن غالب ہوجاتا ہے، کہ ثبوت رویت ہو چکا اور اسی کا اعلان ریڈیو سے ہوا ہے، لزوم صوم وافطار کا سبب نہ بنے، ریڈیو کے اعلان کی حیثیت تو میرے نزدیک دف اور قندیل سے آگے ہے، اور ان دونوں میں فقہاء، لزوم صوم کا حکم دیتے ہیں، ظاہر ہے کہ دف وقندیل ایک علامت ہے، جو اس لئے مقرر کر لی گئی تھی کہ ثبوت رویت کے بعد دف سے اعلان ہوگا اور قندیل روشن کی جائے گی، اور وہ لوگوں کے لئے اس کا سبب بنے گا کہ ثبوت رویت کا ظن غالب حاصل ہوجائے، جب اس صورت میں ثبوت رویت کا ظن غالب حاصل ہوجاتا ہے، تو کیا وجہ ہے کہ رویت کے ثبوت اور باقاعدہ فیصلہ کے بعد جب کسی ذمہ دار جماعت یا فرد کی طرف سے اعلان کرنے والا صاف اعلان کرتا ہے کہ رویت ہوچکی، آج یکم رمضان یا یکم شوال ہے، تو ثبوت رویت کا ظن غالب حاصل نہ ہو، اور اس پر لازم نہ ہو، جب کہ دف اور قندیل میں یہ بھی احتمال ہے کہ غلط بج گیا ہو، یا غلط روشن کردیا گیا ہو، اگرچہ احتمال ضعیف ہی سہی اور یہاں ریڈیو کے اعلان میں تو اس سے کہیں کم احتمال ہے، کیا اگر امیر یا والی کسی جگہ سے پورے شہر یا ملک میں اعلان کرنا چاہے، تو کیا وہ اب بھی دف ہی بجوائے گا، یا بجلی کی بتی ہی پورے ملک کے لئے روشن کرے گا؟ آج نہ صرف خبر رسانی کا؛ بلکہ اہم سے اہم اعلانات و پیغامات کا ذریعہ بھی ریڈیو ہے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ زمانہ سابق کے ذرائع اعلانات کے مقابلہ میں، ریڈیو زیادہ قوی اور محفوظ ذریعہ ہے، تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ریڈیو سے آئی ہوئی خبر، اور اس سے کئے گئے اعلان سے ثبوت کا ظن غالب حاصل نہ ہو؟ دف اور قندیل کے سلسلہ میں درمختار کے قول ''ولو كانوا ببلدة لا حاكم فيها'' پر علامہ شامی ''قوله ببلدة'' کے تحت لکھتے ہیں:

قلت: والظاهر أنه يلزم أهل القرى، الصوم بسماع المدافع أو رؤية القناديل من المصر؛ لأنه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن،وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به، واحتمال كون ذلك بغير رمضان بعيد، إذ لا يفعل مثل

ذلك عادة في ليلة الشك، إلا لثبوت رمضان. (رد المحتار كتاب الصوم ج:۲ ص:۹٤).

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اگر کسی معتبر ادارہ، یا جماعت یا فرد کی طرف سے ریڈیو کے ذریعہ رویت کا اعلان ہوا ہے، اور سننے والوں کو یہ پہلے سے معلوم ہے کہ اس طرح کا اعلان ثبوت رویت کے بعد ہوا کرتا ہے، یا اب کسی طریقہ سے یہ بات معلوم ہوچکی کہ ثبوت رویت کے بعد یہ اعلان ہوا ہے، تو اس اعلان کے بعد ثبوت رویت کا غلبہ ظن حاصل ہونے کی وجہ سے، صوم وافطار دونوں ضروری ہوگا اور اس کے خلاف عمل کرنے والے گنہگار رہوں گے۔

ج۔ الف، و ب، میں یہ بات واضح کی جاچکی کہ ریڈیو کے اعلان کی حیثیت صرف اعلان وخبر کی ہے شہادت کی نہیں، اس لئے اس کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کہ کافر کی شہادت معتبر نہیں۔

رویت کا جو اعلان بھی ریڈیو سے ہوتا ہے، اس میں صرف یہ دیکھنا ہے کہ جس بنیاد پر یہ اعلان ہو رہا ہے، وہ ثبوت رویت اور شرعی تحقیق اور باقاعدہ فیصلہ اور ذمہ دارانہ اخبار پر مبنی ہے یا نہیں؟ اگر اس بنیاد پر ہے تو غلبہ ظن کے حصول کی وجہ سے صوم وافطار ضروری ہوگا، اور اگر اس بنیاد پر نہیں ہے، تو نہ صوم درست ہوگا، نہ افطار جائز۔

د۔ پہلے بتلایا جاچکا ہے کہ وجوب صوم وافطار کا سبب، رویت ہلال کا ثبوت یا وہ فیصلہ ہے، جو شرعی طریقہ پر ثبوت رویت کے سلسلہ میں کیا گیا ہو، اگر ریڈیو سے اس قسم کے فیصلہ کا اعلان ہوگا، تو چونکہ ریڈیو کے اعلان کے ذریعہ ثبوت رویت کا ظن غالب حاصل ہوجاتا ہے، روزہ رکھنا اور افطار کرنا لازم ہوگا۔

جس رویت ہلال کمیٹی کی طرف سے، شہر میں ہونے والے اعلان کی خبر ریڈیو سے دی جاتی ہے، اگر وہ کمیٹی شرعاً رویت کا فیصلہ کرنے کی مجاز ہے، اور ظن غالب ہے کہ کمیٹی نے فیصلہ کرنے میں ان تمام شرائط کا جو شرعاً معتبر ہیں، پورا لحاظ رکھا ہوگا، تو پھر ریڈیو سے آئی ہوئی اس طرح کی اطلاع پر بھی صوم وافطار لازم ہوگا۔

اور ریڈیو کی یہ خبر کہ مدراس، بمبئی، حیدرآباد، پٹنہ میں چاند دیکھا گیا بے حد مبہم ہے،

کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ ریڈیو نے یہ خبر کہاں سے حاصل کی، واقعۃً رویت ہوئی بھی یا نہیں، یا کسی ذمہ دار نے شرعی طریقہ پر رویت کے ثبوت کا فیصلہ کیا یا نہیں، اس لئے اس طرح کی مجمل ومبہم خبر پر صوم وافطار درست نہ ہوگا۔

ہ۔ ریڈیو کے اعلان کی حیثیت صرف اخبار واعلان کی ہے، اگر اس کی بنیاد شرعی تحقیق اور ثبوت رویت، اور اس کے بعد کسی باقاعدہ معتبر جماعت یا فرد کی طرف سے اعلان کرایا جارہا ہے، تو چونکہ اس سے اس کا ظن غالب حاصل ہوجاتا ہے کہ رویت ہوچکی، اس لئے اس پر صوم وافطار لازم ہوگا، اور اگر ایسا نہیں ہے، تو عوام کو ریڈیو کی ایسی مجمل ومبہم خبر پر صوم وافطار کا حق نہیں، ہاں خواص جنہیں دینی حیثیت سے ذمہ دارانہ پوزیشن حاصل ہے، وہ ایک، یا چند مقامات سے بذریعہ ریڈیو آئی ہوئی اس قسم کی خبر پر غور کرسکتے ہیں، اگر انہیں ظن غالب حاصل ہوجائے تو ان کے حکم واعلان کے بعد عام مسلمانوں پر صوم وافطار لازم ہوگا۔

۳۔ اگر ٹیلیفون سے کسی کو رویت کی اطلاع ہوجائے، اور وہ خبر دینے والے کی آواز پہنچان لے اور خبر دینے والا شخص قابل اعتماد ہو، تو اگر وہ عام رویت کی یا رویت کے ثبوت شرعی کی خبر دے رہا ہے، چاہے ثبوت رویت خود مخبر کے پاس ہوئی ہو یا کسی دوسرے کے نزدیک اور سننے والے کو ثبوت رویت کا ظن غالب حاصل ہوجائے، تو اس کو اس پر عمل کرنا ضروری ہے، اور دوسرے کو بھی وہ صوم وافطار کا حکم دے سکتا ہے، اگر یہ حکم دینے والا شخص قابل اعتماد ہے، تو جن لوگوں کو اس کی صحیح اطلاع ملی ہے، ان پر اس حکم کے مطابق عمل ضروری ہے، اور اگر سننے والا شخص قابل اعتماد نہیں ہے، تو نہ اس کا حکم دینا درست ہوگا اور نہ حکم ماننا درست ہوگا، اور اگر خبر دینے والے نے خود اپنی رویت کی اطلاع دی ہے، تو اگر یہ رویت صوم کی ہے اور سننے والے کو ثبوت رویت کا ظن غالب حاصل ہوگیا، تو اس کو خود بھی عمل کرنا ضروری ہے، اور دوسرے کو بھی حکم دینا درست ہے، بشرطیکہ قابل اعتماد ہو، یہ حکم اس لئے ہے کہ باب الصوم میں ایک قابل اعتماد کی بات قابل اعتبار ہے، مطلع صاف نہ ہونے کی شکل میں بھی اور مطلع صاف ہونے کی شکل میں بھی، اگر بلند جگہ یا آبادی کے باہر سے آیا ہو، اور اگر یہ رویت افطار کی ہے، تو جب تک خبر دینے والوں کی تعداد اتنی کثرت کو نہ

پہونچ جائے، جس سے ظن غالب ہوجائے اس وقت تک افطار درست نہ ہوگا، مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں بھی افطار کے لئے کم ازکم دو شاہد ضروری ہیں، اور اگر مطلع صاف ہے تو پھر اتنی تعداد ہوجائے جس سے ظن غالب سننے والے کو ہوجائے، اس لئے دونوں صورت میں اتنی تعداد خبر دینے والوں کی ہونا ضروری ہے جس سے ظن غالب حاصل ہوجائے۔

تار کے ذریعہ رویت کی خبریں، اگر اتنی کثرت اور اتنی جگھوں سے آجائیں، جو ظن غالب پیدا کردے، تو اس پر صوم وافطار ضروری ہوگا، اور اگر اتنی کثرت نہ ہو اور ظن غالب حاصل نہ ہو تو، اس پر عمل کرنا درست نہ ہوگا۔

مولانا عبدالحی فرنگی محلی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

باقی شہادت خطوط، یا تار برقی، پس ہر چند کہ فقہاء ایسے مقامات میں الخط یشبہ الخط لکھتے ہیں؛ لیکن ایسی صورت میں کہ ظن حاصل ہوجائے اور شبہ باقی نہ رہے، اور خبر تار یا خط، بذریعہ کثرت پہنچ جائے اس پر عمل ہوسکتا ہے اور بحسب اقتضاء انتظام زمانہ حال اس پر حکم عام بھی دے سکتا ہے۔ واللہ اعلم. (مجموعۃ الفتاوی ج:۲ص:۳۰۲)۔

اس عبارت کے جملے ''عمل ہوسکتا ہے'' اور ''حکم عام بھی دے سکتے ہیں'' سے اشتباہ نہ ہو کہ مولانا علیہ الرحمۃ کے نزدیک جواز معلوم ہوتا ہے، وجوب نہیں ہوسکتا ہے مولانا مرحوم کا خیال یہی ہو؛ لیکن جب تار یا خطوط کی کثرت نے ظن غالب پیدا کردیا اور شبہ قوی اس کے خلاف کا جاتا رہا، تو پھر جواز کے حکم کے کیا معنی؟ ظن غالب تو حجۃ موجبہ ہے، جیسا کہ شامی کی یہ عبارت اس پر دال ہے جو پہلے نقل کی جاچکی ''وغلبة الظن حجة موجبه للعمل، كما صرحوا به''. (رد المحتار ج:۲ص:۹٤).

جن مقامات پر رویت ہلال کا باقاعدہ انتظام ہے، اور باقاعدہ شرعی ثبوت کے بعد فیصلہ ذمہ دارانہ طور پر ہوتا ہے، وہاں سے صرف اعلان ہی ظن غالب کے حصول کا ذریعہ بنے گا اور اس پر صوم وافطار ضروری ہوگا۔

اور جن مقامات پر ایسا نظم نہیں ہے، تو جب تک کسی اور ذریعہ سے یا چند مقامات

سے رویت کی خبریں نہ آئیں اور اس پر غلبہ ظن کا حصول نہ ہو، صوم درست ہوگا نہ افطار۔

۵۔ اعلان کرنے والا اور خبروں کا مرتب کرنے والا کوئی ہو، ہمیں تو صرف یہ دیکھنا ہے کہ جو اعلان ہو رہا ہے اس کی بنیاد، رویت کے شرعی ثبوت اور با قاعدہ فیصلہ اور ذمہ دارانہ اعلان پر ہے یا نہیں؟ اگر اس بنیاد پر ہے، تو چونکہ اس اعلان سے ثبوت رویت کا ظن غالب حاصل ہو جاتا ہے، اس لئے صوم وافطار لازم ہوگا، اور اگر ایسا نہیں ہے تو جب تک ثبوت رویت کا ظن غالب حاصل نہ ہو، نہ صوم درست ہوگا نہ افطار جائز۔

هذا ما عندي، والله عنده علم الكتاب۔

محمد یحییٰ قاسمی کان اللہ له
مفتی امارت شرعیہ
بہار واڑیشہ، خانقاہ رحمانی، مونگیر۔

☆☆☆☆

تجاویز مجلس تحقیقات شرعیہ بابت رؤیت ہلال

الحمدلله و كفى و سلام على عباده الذين اصطفى!

مسئلہ رویت ہلال کے سلسلہ میں سوال وجواب، بحث ومباحثہ کے ہر پہلو پر پوری ذمہ داری کے ساتھ غور وفکر کرنے کے بعد مجلس اس نتیجہ پر پہونچی ہے کہ:

۱۔ نفس الامر میں پوری دنیا کا مطلع ایک نہیں ہے، بلکہ اختلاف مطلع مسلم ہے، یہ ایک واقعاتی چیز ہے، اس میں فقہاء کرام کا کوئی اختلاف نہیں ہے، اور حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

۲۔ البتہ فقہاء اس باب میں مختلف ہیں کہ صوم اور افطار صوم کے باب میں یہ اختلاف مطلع معتبر ہے یا نہیں؟ محققین فقہاء احناف اور علماء امت کی تصریحات اور ان کے دلائل کی روشنی میں مجلس کی متفقہ رائے ہے کہ بلاد بعیدہ میں اس باب میں اختلاف مطلع معتبر ہے، البتہ بلاد قریبہ میں اس کا اعتبار نہیں ہے۔

۳۔ بلاد بعیدہ سے مراد یہ ہے کہ ان میں باہم اس قدر دوری واقع ہے کہ عادۃ ان کی رویت میں ایک دن کا فرق ہوتا ہے، ایک شہر میں ایک دن پہلے چاند نظر آتا ہے اور دوسرے میں ایک دن بعد، ان بلاد بعیدہ میں اگر ایک کی رویت دوسرے کے لئے لازم کر دی جائے تو مہینہ کسی جگہ ۲۸ دن کا رہ جائے گا اور کسی جگہ ۳۱ دن کا قرار پائے گا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے اسی قول کی تائید ہوتی ہے۔

۴۔ بلاد قریبہ وہ شہر ہیں جن کی رویت میں عادۃ ایک دن کا فرق نہیں پڑتا ہے، فقہاء ایک ماہ کی مسافت کی دوری کو جو تقریبا ۵۰۰-۶۰۰ میل ہوتا ہے، بلاد بعیدہ قرار دیتے ہیں، اور اس سے کم کو بلاد قریبہ، مجلس اس سلسلہ میں ایک ایسے چارٹ کی ضرورت

سمجھتی ہے جس سے معلوم ہوجائے کہ مطلع کتنی مسافت پر بدلتا ہے، اور کن کن ملکوں کا مطلع ایک ہے۔(۱)

۵۔ ہندوستان اور پاکستان کے بیشتر حصوں اور بعض قریبی ملکوں مثلاً نیپال وغیرہ کا مطلع ایک ہے، علماء ہند وپاک کا عمل ہمیشہ اسی پر رہا ہے، اور غالباً تجربہ سے بھی یہی ثابت ہے، ان ملکوں کے شہروں میں اس قدر بعد مسافت نہیں ہے کہ مہینہ میں ایک دن کا فرق پڑتا ہو، اسی بنیاد پر ان دونوں ملکوں میں جہاں بھی چاند دیکھا جائے شرعی ثبوت کے بعد اس کا ماننا ان دونوں ملکوں کے تمام اہل شہر پر لازم ہوگا۔

۶۔ مصر اور حجاز جیسے دور دراز ملکوں کا مطلع ہند وپاک کے مطلع سے علیحدہ ہے، یہاں کی رویت ان ملکوں کے لئے اور ان ملکوں کی رویت یہاں والوں کے لئے ہر حالت میں لازم اور قابل قبول نہیں ہے، اس لئے کہ ان میں اور ہند وپاک میں اتنی دوری ہے کہ عموماً ایک دن کا فرق ان میں واقع ہوجاتا ہے، اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ۔

۷۔ ہوائی جہاز سے اتنی بلندی پر اڑ کر چاند دیکھنا جس سے مطلع متاثر ہوتا ہے، معتبر نہیں ہے، اور شریعت نے اس کا مکلّف بھی نہیں کیا ہے، فقہی کتابوں میں جہاں اونچی جگہوں پر چڑھ کر چاند دیکھنے کا تذکرہ ملتا ہے اس سے مراد وہ اونچائی ہے جو عموماً شہر میں ہوا کرتی ہے تاکہ مکان اور درختوں کی بلندی افق کو دیکھنے میں حائل نہ ہو، خواہ کسی ذریعہ سے ہو، لہٰذا ہوائی جہاز سے اس قدر اونچائی پر پہونچ کر اگر چاند دیکھا جائے جس سے مطلع بدل جاتا ہے، وہ وہاں کی زمین والوں کے لئے معتبر رویت قرار نہیں پائے گی۔

۸۔ ریڈیو سے رویت ہلال کا اعلان خبر ہے، شہادت اصطلاحی نہیں ہے، ریڈیو کی مطلقاً اجمالی خبر کہ فلاں شہر میں چاند دیکھا گیا یا کل عید منائی جائے گی، قابل قبول نہیں ہے، اور صرف اس طرح کی خبر پر صوم یا افطار صوم درست نہیں ہے، اسی طرح ایک ہی جگہ کی

(۱) جناب مولانا عبد الماجد دریابادی صاحب مدیر ''صدق جدید'' (رکن مجلس) کا ایک گرامی نامہ ۱۴/مئی ۱۹۶۷ء کو موصول ہوا جس میں انہوں نے تجویز میں اپنی جانب سے ایک نوٹ درج کرنے کی فرمائش فرمائی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے: اس قسم کا چارٹ ماہرین فلکیات ہی تیار کرسکتے ہیں، ایک ماہ کی مسافت کی دوری کا معیار اب کام نہیں دے سکتا۔ محمد اسحاق

خبر کے متعلق مختلف شہروں کے ریڈیو کا اعلان بھی قابل توجہ نہیں ہے۔

۹۔ ریڈیو کے جس اعلان پر صوم یا افطار صوم کا حکم دیا جائے گا اس کے لئے ضروری یہ ہے کہ تفصیلی ہو اور ذمہ دار علماء کی طرف سے ہو، یا کم از کم ان کی ذمہ داری کے حوالہ سے ہو کہ انہوں نے باضابطہ شرعی شہادت لے کر چاند کے ہوجانے کا فیصلہ کیا ہے، مثلاً کوئی مسلمان ریڈیو اسٹیشن سے یہ اعلان کرے کہ ہمارے شہر کی فلاں ذمہ دار ہلال کمیٹی یا جماعت علماء یا قاضی شریعت (بتصریح نام) نے ثبوت شرعی کے بعد رویت ہلال کا اعلان کردیا ہے، اس طرح کی صراحت کے ساتھ اعلان پر صوم اور افطار صوم درست ہے۔

۱۰۔ ریڈیو پر اعلان کرنے والا اگر کوئی متدین مسلمان نہ ہو بلکہ ریڈیو کا غیر مسلم ملازم ہو اور وہ خبر کسی ذمہ دار ہلال کمیٹی یا جماعت علماء یا قاضی شریعت (بتصریح نام) کے فیصلہ کا اعلان کرے تو بھی یہ خبر قابل تسلیم ہوگی، اور صوم وافطار صوم کا حکم درست ہوگا، جس طرح توپ کی آواز اور ڈھنڈورچی کے اعلان پر فقہاء صوم وافطار صوم کا حکم جائز قرار دیتے ہیں۔

۱۱۔ مگر یہ واضح رہے کہ ریڈیو کی خبر سن کر ہر شخص کو بطور خود فیصلہ کا اختیار نہ ہوگا، کیونکہ وہ خبر کی شرعی حیثیت کو نہیں سمجھ پائے گا، اس لئے سننے والوں کا فرض ہوگا کہ اپنے یہاں کے ذمہ دار علماء کی طرف رجوع کریں، اور ان کے فیصلہ پر عمل کریں، یہ مسئلہ شرعاً انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی ہے۔

۱۲۔ پاکستان اور دیگر قریبی ممالک کے ریڈیو کا اعتبار بھی اس وقت ہوگا جب اس کی اطلاع اصول واحکام مذکور کے مطابق ہو۔

۱۳۔ مختلف شہروں کے ریڈیو الگ الگ خبر دیں کہ یہاں یہاں چاند دیکھا گیا تو اس تعدد خبر کی بنیاد پر غور کر کے فیصلہ کرنا کہ یہ خبر مستفیض ہے یا نہیں؟ اور یہ اعلان قابل اعتبار ہے یا نہیں؟ علماء کا کام ہے، عوام کا فیصلہ قابل قبول نہ ہوگا۔

۱۴۔ تار، خط، ٹیلی فون کی خبر معتبر نہیں ہے، ہاں اگر خصوصی انتظام کے تحت متعدد جگہوں سے متعدد تار، ٹیلیفون اور خطوط آئیں اور علماء محسوس کریں کہ ان سے ظن غالب پیدا ہوتا ہے، تو اس بنیاد پر علماء کا فیصلہ قابل قبول ہوگا۔